کلیاتِ ساحر مبارک پوری

مرتب

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

☆ نام کتاب : کلیات ساحر مبارک پوری

☆ مرتب : ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

☆ صفحات : ۲۳۵

☆ طبع اول : ۲۰۱۸ء

☆ ناشر : ....

☆ طباعت : ....

☆ قیمت : ۵۰۰

☆ کمپوزنگ : محمد بشیر معروفی قاسمی

☆ پتہ : 17-6-352,B1, دبیر پورہ، پرانی حویلی حیدرآباد

☆ ای میل : muhamidhilal@gmail.com

☆ موبائل نمبر : 09392533661

☆ باہتمام : شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ، پرانی حویلی حیدرآباد

ملنے کے پتے

☆ شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ، پرانی حویلی حیدرآباد

☆ دکن ٹریڈرس حیدرآباد

☆ ہدی پبلی کیشنز حیدرآباد

☆ منہاج بک ڈپو، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

انتساب

ان علماء، ادباء، اور شعراء کے نام
جو پاکیزہ شاعری کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

فہرست

نمبر شمار	عناوین	مقالہ نگار	صفحہ
	مقدمہ	محمد محامد ہلال اعظمی	
	اعظم گڑھ کے موضع بمہور کا منظر نامہ	محمد محامد ہلال اعظمی	
	مولانا اشرف علی بمہوریؒ	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	
	الحاج مولانا الیاس احمدؒ صاحب اصلاحی حیات و خدمات	حافظ مولانا محمد طیب قاسمی	
	مولانا امین احسن اصلاحیؒ - ایک تعارف	مولانا نسیم ظہیر احمد اصلاحی	
	حضرت مولانا محمد امینؒ صاحب قاسمی	محمد محامد ہلال اعظمی	
	حضرت مولانا انیس احمد اصلاحیؒ	مولانا محمد رضوان قاسمی	
	مولانا داؤد اکبر اصلاحیؒ	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	
	مولانا حافظ محمد سجاد مظاہری بمہوری حیات و شخصیت	محمد محامد ہلال اعظمی	
	مولانا شبلی متکلم ندوی بمہوری	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	
	مولانا شبلی المتکلمؒ - کچھ یادیں، کچھ باتیں	مولانا انیس احمد قاسمی اصلاحی	
	الحاج شمس الدین اعظمی حیات و خدمات	مولانا محمد ارشاد الحق، قاسمی مدنی	
	حاجی شمس الدین صاحب اعظمیؒ کی کچھ یادیں، کچھ باتیں	محمد محامد ہلال اعظمی	

	شیخ رجب علی تاریخ کے آئینہ میں	ماسٹر جواد صاحب (مرحوم)	
	مجاہد آزادی شیخ رجب علی کا پیغام	مولانا عمیر الصدیق ندوی	
	حضرت مولانا عبدالحنان صاحب بمھوریؒ	مولانا مفتی محمد صادق مبارکپوری	
	حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ	رفیق المنان القاسمی	
	حضرت مولانا عبیداللہ صاحب قاسمی بمھوریؒ	مولانا مفتی محمد صادق مبارکپوری	
	حضرت مولانا محمد مسلم صاحب قاسمیؒ	مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ	
	مولانا مقبول احمدؒ صاحب رحمانی حیات وخدمات	حافظ مولانا محمد طیب قاسمی	
	حضرت مولانا نجم الدین صاحب احیائیؒ فاضل دیوبند- یادوں کے دریچے میں	مولانا مفتی جمیل احمد نذیری	
	مولانا نجم الدین احیائیؒ کی حیات وشخصیت	محمد محامد ہلال اعظمی	
	الحاج مولانا ڈاکٹر محمد یحییٰ صاحب مظاہریؒ ایک مختصر سوانحی خاکہ	مولانا محمد ارشاد الحق قاسمی مدنی	
	SHORT REVIEW ON HIGHLY EDUCATED PERSONS OF BAMHORE	Prof. Dr Abdul wahab	
	بمھور کے اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیات کا ایک مختصر تعارف	مترجم ڈاکٹر محمد رفیق قاسمی	
	علمائے بمھور کی تصنیفات: ایک جائزہ	مولانا مفتی محمد صادق مبارکپوری	
	علماءِ بمھور اہلِ علم کی نظر میں	مولانا عبدالعظیم قاسمی	
	تذکرۂ علماءِ بمھور	ڈاکٹر محمد عارف عمری	

ساحر کی ساحری

قابل مبارکباد ہیں ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی کہ انہوں نے ایک اور باکمال شاعر مولانا عثمان ساحر مبارکپوری کو ڈھونڈ نکالا۔ ڈاکٹر ہلال اعظمی سینٹرل یونیورسٹی حیدرآباد کے فارغ التحصیل ہیں اور شبلی انٹرنیشنل ٹرسٹ کے بانی ہیں اور اپنے ساتھ کئی اسکالرس کو جوڑے رکھتے ہیں۔ ان کے ہم قدموں اور ہم نفسوں میں ڈاکٹر قدوس نورانی اور ڈاکٹر حمران ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔

اب کی بار ڈاکٹر ہلال اعظمی نے ایک شاعر کو گوشۂ گمنامی سے باہر نکالا ہے، قبل ازیں ''مقالات احیائی'' کے نام سے ایک کتاب مولانا نجم الدین احیائی فاضل دیوبند کے مقالوں پر مشتمل منظر عام پر لا چکے ہیں۔

کلیاتِ ساحر مبارکپوری کا مسودہ پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ ساحر کے کلام میں نہ صرف پختگی ہے بلکہ اثر پذیری بھی ہے۔ ساحر مبارکپوری نے نعتوں اور منقبتوں کے علاوہ غزلوں میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور بہت خوب کی ہے۔ موضوعاتی نظمیں بھی ہیں، جن میں اپنے زوربیان کا اچھا مظاہرہ کیا ہے۔ تہنیتی بھی پیش کی ہیں۔ تعزیت و مرثیہ بھی لکھ کر اپنے تعلق خاطر کا اظہار بڑی عمدگی سے کیا ہے۔ ساحر کا کلام بے شک معیاری ہے اور داد کے قابل ہے۔ نعت کا ایک مطلع کتنا سہل و دلپذیر ہے۔

محمد کا حسن و کمال اللہ
برستا ہے ہر دم جمال اللہ

غزل میں طویل و مختصر بحروں کا استعمال کر کے اپنی ہنرمندی کا ساحر نے ثبوت دیا ہے ؎

وہ چلے تو سارا جہاں چلے وہ تھمے تو سارا جہاں تھمے
اسی سمت مڑ گئے سب کے سب وہ نگاہِ تار جدھر مڑی

مختصر بحر دیکھئے

چرالائی خرام ناز تیرا
سبک شفاف موحومی کی روانی

غزل کا ایک اور اچھا شعر

ادھر انگڑائی چپکے چپکے لے کر
ادھر برپا قیامت کر رہے ہیں

صنفِ غزل میں رومانیت کی اتنی پرغضب ترجمانی جگؔر کے بعد ساحر مبارکپوری نے ہی کی ہے۔ ایسے اشعار جب کوئی باکمال گلوکار گالے گا تو یقیناً قیامت برپا ہو جائے گی۔

حسرت رحمٰن جامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

پروردگار عالم کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ اس نے بندۂ ناچیز کو کلیاتِ ساحر مبارک پوری کو مرتب کرنے کی توفیق دی۔ ساحر مبارک پوری کا تعلق ہندوستان کے سب سے بڑی ریاست اتر پردیش کے دیارِ مشرق کے مردم خیز ضلع اعظم گڑھ اور صنعتی و علمی قصبہ مبارک پور سے ہے، اسی بنا پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اعظم گڑھ و مبارک پور کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے، تا کہ ساحر مبارک پوری کی شاعری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ کسی وقت مغل بادشاہ شاہ جہاں نے کہا تھا: ''مملکتِ پورب شیرازِ ماست''۔ اس علم پرور بادشاہ نے جو بات کہی ہے، اس کی روشنی میں جب ہم مشرقی یوپی کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں، تو ان میں نمایاں طور پر اعظم گڑھ کا نام شیشۂ ذہن پر ابھرتا ہے، بقول اقبال سہیل:

اس خطۂ اعظم گڑھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے

''ہندو تاریخوں اور پرانوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سرزمین قدیم زمانہ ہی سے بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے اور اس کو رشیوں، منیوں اور سادھو سنتوں کی عبادت گاہ اور دیوی دیوتاؤں کا مسکن ہونے کا فخر حاصل ہے''۔

قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں:

"اعظم گڑھ کی مٹی میں زرخیزی اور شادابی کی شان جداگانہ ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ آج اس کے قریات وقصبات میں علم وعلما کی جو رونق اور کثرت پائی جاتی ہے، اس کی مثال پڑوسی اضلاع میں نہیں ملتی ہے"۔

اعظم گڑھ کے بیشتر قریہ وقصبات علم وفن سے مالا مال ہیں، ان ہی میں ایک علمی ودینی اور صنعتی قصبہ مبارک پور ہے، جو شہر اعظم گڑھ سے مشرق میں ۱۵رکلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اس وقت مردم شماری کی بنا پر اس کی آبادی تقریباً ایک لاکھ پینتیس ہزار (۱۳۵۰۰۰) پر مشتمل ہے، جس میں مختلف مذاہب، مسلک وفکر کے لوگ بستے ہیں، بیشتر حصہ مسلم آبادی پر مشتمل ہے، مبارک پور کا رقبہ ۹رمربع کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے، اس قصبہ کے اثرات، اطراف واکناف کے دیہاتوں پر علمی وتہذیبی طور پر پڑتے ہیں، اس قصبہ کا نام پہلے پہل قاسم آباد تھا، مبارکپور نام پڑنے کی وجہ یہاں اسلام کی شعاعیں کب نمودار ہوئیں؟ مسلمانوں کا عمل دخل کب سے شروع ہوا؟ تو اس ضمن میں یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی متوفی ۱۰۳۰ء کے ہمراہ ہندوستان میں جو فوج آئی، اس میں سید مسعود سالار غازی بھی تھے، غازی نے کچھ لشکر لے کر مشرقی یوپی کا رخ کیا، وہ خود بہرائچ چلے گئے اور ان کے کچھ سپاہیوں نے اعظم گڑھ کا رخ کیا، ان سپاہیوں میں ملک شدنی نام کے ایک سپاہی تھے۔

قاضی اطہر مبارکپوری رقم طراز ہیں:

"ہماری تحقیق میں ملک شدنیؒ یہاں کے قدیم ترین بزرگوں میں سے ہیں، جو پانچویں صدی میں مسعود سالار غازیؒ کے زمانے میں بسلسلۂ جہاد شہید ہوئے، آپ کا مزار مبارکپور کے شمال مشرق میں چند فرلانگ پر "سریاں" نامی بستی سے متصل شمال میں ایک پُر فضا باغ میں تالاب کے پاس واقع ہے اور اسی سے متصل مغرب میں ملک شدنی موضع آباد

ہے"۔

ملک شدنی کے مزار کے علاوہ اس قصبہ میں اور اطراف واکناف میں کئی مزارات اور شہید واڑے ہیں، مگر ان کی تاریخ مجہول ہے، نیز نوابانِ اودھ کا عمل دخل ہونے کی وجہ سے اس قصبہ میں اور باہر روضے اور امام باڑے بھی خال خال مل جائیں گے۔

یہ قصبہ عہد غزنوی سے عہد ہمایوں تک زوال وانحطاط سے کافی دوچار ہونے کے بعد سلطان محمد نصیر الدین ہمایوں کے زمانے میں ازسرنو حضرت راجہ سید مبارک شاہ قصبہ مانک پوری دسویں صدی ہجری میں یہاں آکر قاسم آباد کے کھنڈروں پر اپنے نام سے مبارکپور قصبہ کی نئی تعمیر کی، انھوں نے اپنے ہمراہ مانک پور سے ایک علمی، دینی اور روحانی خانوادہ لاکر مبارک پور میں بسایا اور ان پر قصبہ اور اطراف کی نیابت قضا، دینی امور کا معتمد ومتولی جیسے اہم ذمہ داری سونپ کر ۲رشوال ۹۶۵ھ میں وہ مانک پور واپس جا کر جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔

اسی خانوادہ کے چشم وچراغ مؤرخ اسلام قاضی اطہر مبارکپوریؒ ہیں، معاشی اور اقتصادی اعتبار سے قصبہ مبارکپور خدا کے فضل سے مستحکم ہے، یہاں کی خاص صنعت پارچہ بافی ہے، ریشمی ساڑیاں عمدہ بیل بوٹے کے ساتھ، بنارسی ساڑی کے نام سے تیار کی جاتی ہیں، ملک اور بیرونِ ملک بھیجی جاتی ہیں، جو دنیا بھر کی شادیوں میں مسرت وشادمانی کا خصوصی لباس بنتی ہیں، اس کی تیاریوں میں گھر کا ہر فرد کسی نہ کسی طرح شریک ہوتا ہے، یہ بھی اللہ کا قصبہ مبارکپور پر کس قدر احسان ہے کہ روزی اس کے آنگن میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس صنعت سے بلا امتیاز مذہب وملت لوگ وابستہ ہیں، قصبہ مبارکپور میں یا اطراف قصبہ سے ہندو، مسلم دونوں مل کر ساڑیاں بناتے ہیں اور فروخت بھی کرتے ہیں، یہ ایک قومی

یک جہتی کا بہترین نمونہ ہے اور ہر ایک دوسرے سے اپنے اپنے چراغ روشن کرتے ہیں، جس سے آپس میں وہ خوش وخرم نظر آتے ہیں۔ ملک کی معاشی وسیاسی صورت حال کی وجہ سے اس اہم صنعت پر خاصا اثر پڑا ہے، کاش کہ حکومت اس صنعت پر خاص توجہ دیتی، تو قصبہ مبارکپور اور اس جیسی صنعت والوں کو راحت اور ملک کی نیک نامی ہوتی اور کچھ اس صنعت کی وجہ سے ملک کا معاشی نظام بھی مستحکم ہوتا۔

اس قصبہ کے افراد اپنی معاشی فکر کے ساتھ علم وفضل، سیاست وحکومت اور شعر وادب کے میدان میں ہند اور بیرونِ ہند میں نمایاں مقام رکھتے ہیں؛ کیوں کہ وہ علم وفضل اور قرآن وحدیث کی تعلیم کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور یہی مذہب اسلام کی تعلیم اور پیغام ہے۔ علی میاں ندویؒ ''ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں'' میں ص:۱۱ پر لکھتے ہیں:

''وہ جس وقت عرب سے نکلے، ان کے ہاتھ میں فتح ونصرت کی تلوار اور دوسرے علم وفن کا چراغ تھا، جو ملک ان کے زیرنگیں آیا، وہاں انھوں نے فضل وکمال کی بزم چراغاں برپا کردی''۔

قصبہ مبارکپور میں شروع شروع میں گھروں پر ہی تعلیم کا عام رواج تھا، پھر مساجد میں اس کا اہتمام آیا، موجودہ دور میں شعبۂ قراءت حفص وحدر کی تعلیم پورے قصبہ کے لیے رحمت وسعادت ہے اور ملک اور بیرون ملک کے لیے قابل مثال ہے، جو آج بھی مساجد میں جاری ہے۔ قصبہ مبارکپور میں مساجد کی کثرت کے ساتھ مدارس اور مکاتب کا جال بچھا ہوا ہے، جو مختلف مشرب ومسلک کی نمائندگی کرتے ہیں، اور اپنی دینی، ملی، تبلیغی خدمات سے نہ صرف اطراف واکناف بلکہ پورے ہندوستان میں ایک نمایاں اور امتیازی مقام کے حامل ہیں، شب کی تاریکی میں، دن کے اجالے میں قصبہ کا تہذیب وتمدن اسلامی تعلیمات کی کسی

نہ کسی طرح عکاسی کرتا ہے اور اس کے کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ یہ مدارس اسلامیہ کی برکت اور خدا کا خاص فضل وکرم ہے۔

اس قصبہ سے مؤرخ اسلام قاضی اطہر مبارکپوری، مولانا ظفر حسن عینی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، مولانا عبیداللہ رحمانی، مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری وغیرہ کا تعلق ہے، جن کی شناخت اہل علم کے عالمی منظرنامے میں ہوتی ہے۔ یہ قصبہ قدیم وجدید تعلیم کے معاملے میں بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ عربی مدارس کے علاوہ انگریزی ادارے چھوٹے بڑے، قدیم وجدید خاصی تعداد میں موجود ہیں، لڑکوں کی تعلیم کے ساتھ لڑکیوں کی بھی تعلیم کا انتظام ہے، کئی نسواں ادارے قائم ہیں، جو دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں۔ دور حاضر میں متعدد پبلک اسکول قائم ہوئے ہیں اور اس وقت نسواں ڈگری کالج قائم ہو چکا ہے، اس قصبہ میں کئی عربی مدارس ہیں جو مختلف مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں: جامعہ عربیہ احیاء العلوم، باب العلم، دارالعلوم اشرفیہ، دارالتعلیم وغیرہ ہیں، اول الذکر جامعہ عربیہ احیاء العلوم فقہ حنفی اور دیوبندی مکتب فکر کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔

احیاء العلوم کا قیام اس وجہ سے ہوا تھا کہ مبارکپور سے بدعات وخرافات اور جاہلانہ رسم ورواج کا خاتمہ کیا جائے، چنانچہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں جامعہ عربیہ احیاء العلوم کا قیام عمل میں آیا اور ابتدائی مرحلے ہی سے احیاء سنت کا نعرۂ حق بلند کیا اور اس کے اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ جامعہ کے پہلے مہتمم مولانا حکیم الٰہی بخشؒ ہیں، اس وقت یہ مدرسہ مکتب کی شکل میں تھا، اس کی اپنی ذاتی کوئی عمارت نہ تھی، محلّہ پورہ رانی میں ایک جگہ درس وتدریس کا نظام تھا، پھر مدرسہ ''مسجد دینا بابا'' میں منتقل ہوا، جامعہ کے پہلے مدرس حضرت مولانا حکیم محمد محمود صاحب معروفیؒ ہیں: فتاویٰ احیاء العلوم کے مرتب

مفتی جمیل احمد نذیری ص:۱۶ کے حاشیہ پر لکھتے ہی:

’’یہ حسنِ اتفاق بھی کتنا مبارک ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے پہلے استاذ بھی مولانا محمودؒ ہیں اور احیاء العلوم کے پہلے استاذ بھی ان ہی کے ہم نام یعنی مولانا محمود، ظاہر ہے کہ اس حسن توافق کا کچھ اثر تو جامعہ عربیہ احیاء العلوم پر آنا ہی چاہیئے تھا اور الحمد للہ آیا بھی‘‘۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جامعہ کے دوسرے مہتمم حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مبارکپوریؒ ہیں، خدا نے انھیں دین کی خدمت کا ملکہ عطا فرمایا تھا، آپ کی زندگی صلاحیت وصالحیت کا حسین مرقع تھی اور آپ ہی کے زمانے میں جامعہ عربیہ احیاء العلوم نے ترقی کے منازل طے کئے، آپ نے اپنی شب وروز کی محنت اور انتھک کوششوں سے قصبہ مبارکپور مین ایک عظیم الشان جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کی تکمیل کے لیے تاحیات کوشاں رہے۔ آپ ہی کے زمانے میں جامعہ کے فرزندوں نے تعلیم وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وخطابت کے ذریعہ جامعہ کو ملکی طور پر ہی نہیں، بلکہ عالمی پیمانے پر اس کی شناخت بنائی، جس کے نتیجے میں جامعہ کو مشرقی یوپی کا دینی وعلمی مرکز قرار دیا گیا تھا۔

قصبہ کی عوام اور علما نے مولانا شکر اللہ صاحب کے ساتھ اور ان کی ایماء پر جنگ آزادی میں حصہ لیا، کچھ لوگوں کو اور مولانا شکر اللہ صاحب کو انگریزوں نے چھ ماہ قید بامشقت کی سزا بھی دی، مگر اپنے اساتذہ واکابر کی طرح حالات کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور کامیاب بھی رہے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بھتیجے حضرت مولانا عبدالباری صاحب قاسمی کو اپنی فکری جولان گاہ میں داخل کر دیا تھا، چنانچہ مولانا شکر اللہ صاحب کی

وفات کے بعد مولانا عبدالباری صاحب نے ان کے بچے ہوئے کاموں کی تکمیل کی اور جامعہ کو مزید ترقی کی راہ پر ڈال دیا، ان کا زمانہ جامعہ کا زریں دور کہلاتا ہے۔ قصبہ مبارکپور میں جامعہ عربیہ احیاء العلوم کی نسبت سے بڑے بڑے اکابر تشریف لائے، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا منظور نعمانیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، وغیرہ تفصیل کافی طویل ہے۔ یہ قصبہ ہمیشہ سے علم وادب کا مرکز رہا ہے، یہاں کی مردم خیز زمین نے ایک سے بڑھ کر ایک دانشور، مفکر، مدبر، ادیب اور شاعر پیدا کیے ہیں، جو شعر وسخن اور ادب میں آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔

ایک زمانہ تھا کہ یہ قصبہ مبارکپور عطا شفا، غلام حسین خاکی، حبیب اللہ حبیبؔ، علی حسن حسنؔ، افتخار احمد رہبرؔ، اور منشی سہدیو رام کیفؔ کا مسکن تھا۔ پھر اس کے بعد یہی قصبہ ارشاد احمد جوہرؔ، قاضی اطہر، مولانا عبدالحمید ناظرؔ، نذیر احمد فرازؔ، ڈاکٹر محسن ادیبی، مولانا عثمان ساحرؔ، قمر الزماں زماںؔ، منظور احمد منظورؔ، اور ظہیر احمد مضطرؔ کا عزیز وطن بنا، اسی سرزمین میں مولانا خلیل گوہر، ایوب مبارکپوری، شرر مصباحی، حماد مبارکپوری، محمد احمد کوثرؔ، حافظ محمد عمر، مولانا قرۃ العین فائق اور غلام مصطفیٰ وغیرہ نے اپنی سخن فہمیوں اور سخن سازیوں کا جادو بکھیرا، گویا مبارکپور عطا، شفا اور خاکی سے لے کر آج تک گہوارۂ شعر وادب بنا ہوا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحنان رہبر مبارک پوری نے اپنی مٹی سے محبت کا قرض چکانے کے لئے منظوم تعارف پیش کیا ہے، اگر چہ کہ اس تعارف میں شاعرانہ کیفیت پائی جاتی ہے، مگر پڑھنے کے بعد مختصر طور پر مبارک پور کا منظر نامہ آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگے گا۔

ملاحظہ فرمائیں ؎

محبت کے خزانے کو مبارکپور کہتے ہیں

دکھوں میں کام آنے کو مبارکپور کہتے ہیں
بسایا ہے جسے راجہ مبارک شاہ صاحب نے
انھیں کے گل کھلانے کو مبارکپور کہتے ہیں
وطن کے واسطے نکلے سپاہی بن کے شکر اللہ
اسی جاں بازشانے کو مبارکپور کہتے ہیں
لہو دےکر نکالا ہند سے انگریز کو جس نے
اسی قربان جانے کو مبارکپور کہتے ہیں
میں بھارت میں محبت کی کرن ہرسمت دیتا ہے
مرے اس جگمگانے کو مبارکپور کہتے ہیں
یہیں پیدا ہوئے عثمان ساحر اور اطہر بھی
اسی گزرے زمانے کو مبارکپور کہتے ہیں
یہ بستی ہے رشی منیوں کی عالم اور پنڈت کی
اسی قومی گھرانے کو مبارکپور کہتے ہیں
دسہرا ہو دیوالی ہو کہ چاہے عید کا دن ہو
خوشی مل کر منانے کو مبارکپور کہتے ہیں
یہاں گلکاریاں ہوتی ہیں ریشم اور اطلس سے
اسی کے تانے بانے کو مبارکپور کہتے ہیں
یہاں بنتی ہیں دل کی دھڑکنیں زربفت پیراہن
اسی کل کارخانے کو مبارکپور کہتے ہیں

جہاں جھولے پہ بلبل گیت الفت کا سناتی ہے
اسی خوش آشیانے کو مبارکپور کہتے ہیں
چمیلی اور چمپا چومتی ہیں جس کے عارض کو
اسی گل کے ٹھکانے کو مبارکپور کہتے ہیں
سنایا تھا جسے رانجھا نے اپنی ہیر کو اک دن
اسی رنگیں فسانے کو مبارکپور کہتے ہیں
بہاریں لیکے آتی ہیں یہاں نکھری ہوئی صبحیں
کلی کے مسکرانے کو مبارکپور کہتے ہیں
جہاں کے کھیت کھلیانوں میں رنگ و نور کا عالم
اسی موسم سہانے کو مبارکپور کہتے ہیں
نظارہ دیکھ کرشام اودھ بھی محو حیرت ہے
کچھ ایسا جھلملانے کو مبارکپور کہتے ہیں
جو نکلا فصل گل بنکر مرے صحن گلستاں میں
اسی ہر ایک دانے کو مبارکپور کہتے ہیں
میں ہندوستان اعظم گڑھ مبارکپور کا باسی
مرے آبا کے شانے کو مبارکپور کہتے ہیں
جسے خون محبت سے دل رہبر نے لکھا ہے
وفا کے اس ترانے کو مبارکپور کہتے ہیں

مولانا محمد عثمان ساحر مبارک پوریؒ کی پیدائش اعظم گڑھ کے علمی وصنعتی قصبے

مبارک پور میں ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں ہوئی۔ پرائمری درجات سے فارغ ہونے کے بعد شعبۂ فارسی میں داخلہ لیا۔ شعبہ عالمیت سے پہلے جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں دو ایک سال تک گلزار دبستاں، آمد نامہ، فارسی کی پہلی و دوسری، گلستاں، بوستاں، پند نامہ، اخلاق محسنی اور اردو کی کچھ کتابیں بڑھائی جاتی ہیں تا کہ طلباء کو عالم کورس پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔

فارسی کی جماعتوں کی تکمیل کے بعد وہ شعبہ عالمیت میں داخل ہوئے۔ اس وقت احیاء العلوم میں مولانا شکر اللہ صاحبؒ، مولانا محمد عمر صاحبؒ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ، مولانا مفتی محمد یسین صاحب مبارک پوریؒ جیسی شخصیات مسند درس پر جلوہ افروز تھیں۔ ان ہی شخصیات کے وہ شاگرد بنے اور ان کے علمی خوشہ خرمن سے اپنے دامن کو بھرا اور ان کے تعلیمی نقوش کو اپنی حیات کا سرمایا بنالیا۔ کچھ عرصہ کے لئے مدرسہ مفتاح العلوم مئو ناتھ بھنجن میں بھی زیور تعلیم آراستہ ہوتے رہے۔

مشرقی یوپی کی دو باوقار درسگاہوں سے مستفید ہونے کے بعد اپنی صلاحیت کو پروان چڑھانے کے لئے مغربی یوپی کی عظیم درسگاہ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں انہو ں نے شعبۂ عالمیت میں داخلہ لیا۔ مولانا فخر الدین مراد آبادیؒ سے بخاری شریف اور مولانا محمد میاںؒ سے ترمذی شریف، مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ سے مسلم شریف وغیرہ سبقاً سبقاً پڑھی اور جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد سے سند فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ''البلاغ'' رسالہ ممبئ سے وابستہ ہوئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس سے علاحدہ ہو گئے اور درس و تدریس سے مختلف مقامات سے وابستہ ہوئے۔ جیسے

مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں میں ۲/سال، مدرسہ سراج العلوم دھولیہ میں ۱۰/سال، جامعہ عربیہ احیاء العلوم میں ۱۱/سال، مدرسہ حنفیہ دار القرآن جون پور میں کچھ سال، جامعہ حسینیہ جون پور میں ۱۱/سال تک انہوں نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۸۲ء میں مدرسہ منبع العلوم خیر آباد مئو میں بحیثیت صدر المدرسین بلایا گیا۔ لیکن کچھ ناگزیر وجوہات کی وجہ سے ۱۹۸۳ء میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں جون پور میں مدرس ہو گئے۔ تاہم ۱۹۸۴ء میں مدرسہ منبع العلوم خیر آباد میں وہ صدر المدرسین بن کر آئے اور تا حیات اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔

مولانا محمد عثمان ساحرؔ مبارک پوری شعر و شاعری، مضمون نگاری کا فطری ذوق رکھتے تھے۔ کئی تصنیفی کام شروع کئے۔ تدریس کی وجہ سے مکمل نہ کر سکے یا اس کی اشاعت و طباعت نہ ہو سکی۔ شاعری کے دو مجموعے ایک عربی کا یعنی ''القصائد الغالیہ'' جو کہ چند عربی قصائد پر مشتمل ہے، شائع ہوا اور نعتوں کا مختصر مجموعہ ''نور و سرور'' کے نام سے منظر عام پر آیا۔

مرنجا مرنج طبیعت کے حامل تھے۔ لیکن حالات، ضعیفی بیماری نے مشیتِ الٰہی کے اس مقام تک پہونچایا جس سے کسی کو رستگاری نہیں۔ چنانچہ وہ ۲۰/اپریل ۱۹۹۳ء مطابق ۲۷/شوال ۱۴۱۳ھ سہ شنبہ ۶/ بجے شام کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے، اور دوسرے دن دو بجے آبائی قبرستان محلّہ حیدر آباد، مبارک پور میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

ساحرؔ مبارک پوری فطری اور قادر الکلام شاعر تھے، داخلی اور خارجی کوئی شہادت ایسی نہیں ملتی کہ جس کی بنا پر یہ کہا جائے کہ انہوں نے شاعری کا آغاز اس جگہ سے کیا ہے، مگر ہاں اتنا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے بچپنے ہی میں ان کو شعر و سخن کا ماحول ملا۔ قصبہ مبارک پور میں مذہبی جلسے کے موقع پر حمد و نعت، منقبت، خیر مقدمی نظمیں اور ترانے پڑھے جاتے ہیں، شادی اور خوشی کی

تقریب میں سہرا اور غم میں مرثیہ پڑھا جاتا ہے، قصبہ مبارک پور میں قدیم زمانے سے اس فریضہ انجمنیں انجام دیا کرتی تھیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، علاوہ ازیں مساجد و مدارس کے تعاون کے لئے چندے کے عنوان سے نظمیں کہی اور پڑھی جاتی ہیں، یہی سب اثرات تھے کہ ساحر مبارک پوری کا جوہر شاعری ابھر کر سامنے آیا اور انہوں نے نعتیں، غزلیں، نظمیں، سہرا، مرثیہ اور عربی قصیدہ لکھا۔ جب یہ قصائد ابوالحسن علی ندوی کے پاس پہنچے تو انہوں نے یہ فرمایا:

"آپ کا ملفوف مشتمل بر قصائد عربی پہونچا۔

اپنا ذکر خیر دیکھ کر شرمندہ ہوا! مجھے اندازہ نہ تھا کہ ابھی عربی میں شعر کہنے والے ہمارے مدارس میں موجود ہیں۔

خاص طور پر تعزیتی ابیات دیکھ کر زیادہ متاثر ہوا، میں وہ حصہ ان کے دونوں بھائیوں کو جو ماشاءاللہ ادیب ہیں حوالہ کردوں گا .. میری طرف سے دلی شکریہ قبول کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیت کو پروان چڑھائے"۔

آپ کا مخلص.....ابوالحسن علی

۶/مارچ ۸۲ء

بالا عبارت سے ساحر مبارک پوری کی شاعری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جب راقم الحروف یونیورسٹی آف حیدرآباد میں "اعظم گڑھ میں اردو شاعری کا ارتقاء" کے عنوان پر مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی لکھ رہا تھا تو اسی اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ قصبہ مبارک پور میں ایک جید عالم تھے جو شاعر بھی تھے، لوگ ان کی لکھی ہوئی نعتیں جلسے میں پڑھتے ہیں اور انہوں نے غزلیں، شادیوں کے سہرے اور عزیزوں کی وفات پر مرثیے، مسجد اور مدرسے کی

چندے کی نظمیں، شخصی نظمیں اور ایک عربی زبان میں قصائد کی کتاب بھی لکھی ہے، ان کا نام مولانا عثمان ساحرؔ مبارک پوری ہے، ان کا نام تو میں نے زمانۂ طالب علمی جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں سن رکھا تھا، اور یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ وہ میرے والد محترم مولانا نجم الدین احیائیؒ صاحب کے استاد بھی ہیں، اشتیاق بڑھا کہ ان کی شاعری کا مواد حاصل کیا جائے۔ رفیق محترم فاروق اعظم قاسمی مبارک پوری سے تذکرہ کیا کہ کوئی سبیل نکالیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ میرے دوست مولوی شاہد جمال قاسمی کے دادا ہیں، ان شاءاللہ آج بعد نماز عصر مولوی شاہد جمال قاسمی کے والد سے ان کی دوکان پر ملاقات کریں گے، ممکن ہے کہ کوئی صورت نکل جائے، پروگرام کے مطابق ہم دونوں ان کی دوکان پر پہنچے، ان سے ملاقات ہوئی، مدعا عرض کیا، پہلے پہل تو انہوں نے معذرت کر لی کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، میں نے فلاں مولانا کو سب کچھ دے دیا ہے، میری زبان سے نکلا کہ ان کی کوئی ڈائری ہے تو وہی دیکھا دیجئے، مجھے صرف چند اشعار اس میں سے نوٹ کرنے ہیں، اس کے لئے وہ تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے والد کی ڈائری الماری میں سے نکال کر ہم دونوں کے سامنے رکھ دی، میں نے اس ڈائری کو ترتیب وار دیکھنا شروع کیا، تحریر کی خوب صورتی اور موضوعات کی تنوع نے مجھے دم بخود کر دیا، اسی وقت خیال آیا کہ کیسے کیسے گوہرے نایاب صندوقوں اور بیاضوں میں بند ہیں، مغرب کی اذان ہونے لگی، میں نے ان سے گزارش کی کہ اس کی فوٹو کاپی اگر آپ دے دیں تو مہربانی ہوگی، یا اگر کہیں تو ابھی اس کی فوٹو کاپی کرالی جائے، مگر وہ تیار نہیں ہوئے، پس وپیش میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ بہت سارے لوگ آئے اور والد صاحب کے کلام کو لے گئے، دوبارہ واپس نہیں آئے، بلکہ بعض لوگ تو ایسے بھی سامنے آئے کہ انہوں نے والد صاحب کی شاعری میں اپنا نام مقطع میں لکھ کر پڑھ رہے ہیں، بہت تکلیف

ہوتی ہے، کہاوت ہے کہ دودھ جلا ہوا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے، میں نے اتنا ہی کہا سب لوگ ایسے نہیں ہوتے ہیں، خیر انہوں نے دوسرے دن ڈائری کی فوٹو کاپی دینے کے لئے میرے واسطے تیار ہو گئے مجھے خوشی ہوئی اور دوسرے دن مزید خوشی ہوئی کہ جب زیراکس شدہ بیاض میرے ہاتھ میں تھی، میں نے اسی لمحے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ جیسے ہی میرے پی۔ایچ۔ڈی کی تحقیق مکمل ہوگی، میں اسے یا تو مجموعہ کلام یا کلیات کا نام دے کر ان شاء اللہ شائع کروں گا، وقت کی رفتار گزرتی چلی گئی، پورے چھ سال ہو گئے، اس اثنا میں مبارک پور کے باذوق عالموں، شاعروں، اور ادیبوں سے مسلسل ربط رکھا کہ اگر آپ کے پاس مولانا عثمان ساحر کا کچھ بھی کلام ہے، از راہ کرم مجھے عنایت کر دیں تا کہ میں اس کی اشاعت کروں ،اللہ تعالیٰ مفتی صادق مبارک پوری سکریٹری مولانا شکر اللہ اکیڈمی کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے میری اس خواہش کے سلسلے میں حد درجہ تگ ودو کی اور اپنی بساط کے مطابق جو بھی شاعری کا ذخیرہ ان کو ملا میرے حوالے کر دیا، اس اہم تعاون پر ان کا صمیم قلب سے متشکر ہوں۔

مولانا عثمان ساحؔر مدرسے کے آدمی ہیں، پوری عمران کی متعلم اور معلم کی حیثیت سے مدرسے کی چہار دیواری میں گزری ہے، مدرسے میں قال اللہ اور قال الرسولؐ کی صدائیں ہر آن گونجتی رہتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری کا بیشتر حصہ مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے، گویا کہ وہ قرآن وحدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔عثمان ساحؔر مبارک پوری کو امام الانبیاء خاتم الانبیاء افضل الانبیاء سے بے انتہا محبت ہے، ان کے کلام کا اکثر حصہ نعت النبیؐ پر مشتمل ہے۔اردو شاعری میں صنف نعت دودھاری تلوار کی طرح ہے، منصب نبوت کو شاعری کی کسوٹی پر قائم رکھنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے، مگر جب ہم ساحر مبارک پوری کی نعتوں کا

مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی نعتیں افراط وتفریط سے مبرا ہیں، صنف نعت قرنِ اولی سے اب تک ہر زبان میں بلا لحاظ مذہب وملت کے اہمیت کی حامل رہی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر مختصر طور پر صنف نعت کا جائزہ لیا جائے۔

نعت کے معنی ہیں کسی شخص میں موجود خوبیوں کو بیان کرنا اور اردو شاعری کی اصطلاح میں نعت وہ نظم ہے جس میں رسول اقدس ﷺ کی حیات مقدسہ وسیرت، شمائل وخصائل کو عقیدت ومحبت وعدل سے بیان کیا جائے، نعت شاعری کی وہ صنف ہے جس میں تخیلات کی پرواز افراط وتفریط سے پاک اور مبرا ہو ورنہ گمراہی وگستاخی مقدر ہو جائے گی، رب العالمین نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر رحمۃ اللعالمین کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ کیا ہے، آپ ﷺ کو بشیر ونذیر، خاتم النبیین، طٰہٰ، یٰسین وغیرہ کے القاب سے نوازا ہے تو کہیں یا أیها المزل یا أیها المدّثر کے خطاب سے بھی عظمت بخشی ہے، نام نام اسم گرامی، محمد، اور احمد ﷺ میں نعت کی بلیغ معنویت موجود ہے، آپ ﷺ کے اصحاب نے محبت وعقیدت کے وہ گل نچھاور کئے ہیں کہ اس آسمان کے نیچے اور زمین پر ایسی عقیدت ومحبت کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔
انھیں میں جن کو شعر وشاعری سے دلچسپی تھی تو ان لوگوں نے خدمتِ اقدس میں شاعری کے ذریعہ نذرانہ عقیدت پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔حضرت علیؓ، حضرت حسانؓ بن ثابت، لبید بن ربیعہ، کعب بن مالک، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زبیرؓ کے نام قابل ذکر ہیں، عہد رسالت میں مذکورہ بالا شعراء نے حضور ﷺ کے خصائل وکمالات، اخلاق وعادات، شخصیت وکردار کے ساتھ دیگر اوصاف حمیدیہ کی حقیقی تصویریں اپنی شاعری میں بزبان عربی پیش کرتے رہے اور بعض لوگوں سے حضور ﷺ نے نعتیہ اشعار کی سماعت بھی فرمائی ہے، حضرت حسان بن ثابتؓ کے نعتیہ کلام کے دو مشہور شعر ملاحظہ فرمائیں:

وأحسن منك لم تر قط عيني ☆ وأجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرًّا من كل عيب ☆ كأنك قد خلقت كما تشاء

ترجمہ: آپؐ سے زیادہ حسین وجمیل چہرہ آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا، آپؐ سے اچھا اور برتر انسان کسی عورت نے کبھی نہیں جنا، آپؐ ہر عیب سے مبرّا ہو کر اس دنیا میں تشریف لائے ہیں، گویا کہ آپؐ اپنی منشأ کے مطابق پیدا کئے گئے ہیں، حضور پرنور ﷺ کے وصال کے بعد حدود اسلامیہ کی توسیع ہوئی اور روم وفارس بھی خلافت اسلامیہ میں شامل ہو گیا تو عربی نعتیہ شاعری، فارسی میں داخل ہوگئی، فارسی شعراء نے بھی اس صنف پہ خاص توجہ دی اور تہہِ دل سے اخلاص وعقیدت کے پھول نذر کئے، خاقانی، فردوسی، نظامی، جامی، عطار، رومی سنائی، عرفی، فیضی، نظیری، قدسی اور ظہوری وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، شیخ سعدی نے فارسی کے علاوہ عربی میں بھی امام الانبیا ﷺ کی شانِ اقدس میں نعت کہی ہے اور ایک قطعہ نعتیہ شاعری میں بلند پایہ اور زبان زد ہے۔

بلغ العلى بكماله ☆ كشف الدجى بجماله

حسنت جميع خصاله ☆ صلوا عليه وآله

یعنی آپؐ اپنے کمالات سے بلندیوں پر پہنچے، آپؐ نے اپنے حسن وجمال سے تاریکیوں کو دور کیا، آپؐ کی ساری خصلتیں انتہائی عمدہ ہیں، لوگو! آپؐ اور آپؐ کی آل اولاد پر درود وسلام بھیجو، نعتیہ شاعری میں حافظ شیرازی کا یہ فارسی شعر اپنی مثال آپ ہے۔

حسن یوسف، دمِ عیسٰی، یدِ بیضا داری ☆ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور ایسی ہی علامہ جامی کا ذیل قطعہ نعتیہ دیوانوں پر بھاری ہے۔

يا صاحب الجمال ويا سيد البشر ☆ من وجهك المنير لقد نور القمر

لا يمكن الثناء كما كان حقه ☆ بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

یعنی: اے صاحبِ جمالؐ اور اے سارے انسانوں کے سردارؐ روشن کرنے والے نے آپ کے روئے روشن سے چاند کو منور کیا، اللہ پاک کی حمد وثنا ان کی شان کے مطابق ہمارے حدِّ امکان سے باہر ہے اور اللہ پاک کے بعد اے محمد ﷺ سب سے بزرگ تو آپؐ ہی ہیں۔

اردو میں نعتیہ شاعری، فارسی نعتیہ گوئی کے اثر سے داخل ہوئی، نعتیہ نظم اردو میں علاحدہ بھی لکھی جاتی ہیں اور مثنوی اور قصائد میں بھی حمد کے بعد نعت ایک حصہ کے طور پر بھی شامل کی جاتی ہیں، قدیم شعراء میں جنوبی ہند کے حضرت سید محمد حسینی جو خواجہ بندہ نواز گیسودراز کے نام سے مشہور ہیں کے یہاں حمد ونعت کا تذکرہ ملتا ہے، سلطان محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ، غواصی، بلاقی، طبعی، ولی، فراقی، نامی اور نصرتی وغیرہ کے یہاں مثنوی، قصائد کی ہیئت میں نعتیہ شاعری کا خاصہ ذخیرہ ملتا ہے اور جنوبی ہند کے شعراء نے واقعہ معراج کو بڑے دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے، شمالی ہند کے شعراء متقدمین ومتوسطین، سودا، میر تقی میر، انشاء، ذوق، غالب، مومن، ظفر، میر حسن، نظیر اور داغ وغیرہ کے یہاں عمدہ نعتیں پائی جاتی ہیں جو بیشتر قصائد کے فارم میں ہیں، میر حسن کی مثنوی سحر البیان کے نعتیہ اشعار بطور مثال ملاحظہ فرمائیں:

نبی کون؟ یعنی رسول کریم ☆ نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم

کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے ☆ بنایا نبوت کا حق دار اسے

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اسے ☆ خدا نے کیا اپنا محبوب اسے

کروں اس کے رُتبہ کا کیا میں بیاں ☆ کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں

محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں ☆ ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں

متاخرین کے عہد میں تقریباً ہر چھوٹے بڑے مسلم اور غیر مسلم شعراء نے نعتیں کہی ہیں، ان میں حالی، اکبر، شاد، اصغر، امیر مینائی، آسی، امام احمد رضا خاں، ظفر علی خاں، اقبال، جوش، حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، ماہر القادری، حسرت موہانی، محسن کاکوروی وغیرہ کو نعتیہ شاعری کے میدان میں امتیازی حیثیت حاصل ہے، مسدس حالی کے نعتیہ اشعار زبان زد خاص وعام ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا ☆ مرادیں غریبوں کی برلانے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ☆ اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

علامہ شبلی نعمانی اعظم گڑھ کی اردو شاعری کے بنیادی پتھر ہیں، انہوں نے حضور پر نور ﷺ کی شان اقدس میں ایک قطعہ کہا ہے جو مضمون کے لحاظ سے منفرد نظر آتا ہے۔

فرشتوں میں یہ چرچا ہے کہ حالِ سرورِ عالم ☆ دبیر چرخ لکھتا یا کہ خود روح الامین لکھتے
صدا یہ بارگاہ عالم قدوس سے آئی ☆ کہ ہے یہ اور ہی کچھ چیز لکھتے تو ہمیں لکھتے

اس قطعہ پر ڈاکٹر شمس بدایونی نے سوالیہ انداز میں لکھا ہے:

''کیا نعت نگاری کے کل ذخیرے میں اس مضمون
کا کوئی ایک شعر بھی کسی کی نظر سے گزرا
ہے؟''(۱)

علامہ اقبال کی شاعری کے ذخیرے میں شبلی اور حالی پر ایک نظم پائی جاتی ہے، اقبال دونوں کے علم وفکر سے متاثر تھے، اقبال نے انھیں کی فکر میں توسیع کرتے ہوئے کئی نظمیں عشق رسول میں ڈوب کر کہی ہیں، ''جواب شکوہ'' اقبال کی شاعری کے ذخیرے میں اہم

اہمیت رکھتا ہے، اس کا آخری شعر اللہ کی زبانی ادا کرتے حضور پر نور ﷺ کی شان میں اس طرح ادا کیا ہے کہ ہر خاص وعام کی زبان پر آ ہی جاتا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ☆ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اور اسی طرح کا اقبال کا ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیں:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل ☆ جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادئ سینا
نگاہِ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر ☆ وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

شعراء اعظم گڑھ میں بیشتر شاعروں نے نعتیہ شاعری کی ہے اور بعض نے تو صرف نعتیں ہی کہی ہیں۔ ان میں اقبال سہیل کا نام اہم ہے، اقبال سہیل کی نعتیہ شاعری کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

احمد مرسل فخر دو عالم ﷺ ☆ مظہر اول مرسل خاتم ﷺ
جتنے فضائل جتنے محاسن ممکن میں ہوسکتے تھے ممکن ☆ حق نے کئے سب اس میں فراہم ﷺ
بعد خدا ہر ایک سے افضل اشرف واکمل اطیب واجمل ☆ اصدق واعدل اجود واحکم ﷺ
علی لَدُنّی، شانِ کریمی، خلق خلیلی نطق کلیمی ☆ زہد مسیحا عفت مریم ﷺ

کتاب فطرت کے سَر وَرَق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا ☆ تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح وقلم نہ ہوت
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام اُمم نہ ہوتا ☆ زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا، عرب نہ ہوتا، عجم نہ ہوت
کمالِ انسانیت کا پیکر جمال وحدانیت کا مظہر ☆ سوائے ذات حضور انورؐ کوئی خدا کی قسم نہ ہوت

اقبال سہیل کی نعتیہ شاعری کی روایت کو شعراء اعظم گڑھ نے ہاتھوں ہاتھ لیا، انہیں میں سے

ایک اہم نام عثمان ساؔحر مبارک پوری کا بھی ہے،ان کے شاعری کے ذخیرے میں ۲۹ نعتیں ملتی ہیں،نمونے کے طور پر ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

لئے جاتی ہے کھینچے آرزو سب کو مدینے میں
پیادہ پا کوئی جاتا ہے تو کوئی سفینے میں
معطر ہیں فضائیں راستے سارے مہکتے ہیں
نہا کے آئی ہے شاید صبا ان کے پسینے میں
کرے ناز اک مہینہ جس قدر چاہے اسے حق ہے
ہوئے ہیں جلوہ گر فخر دوعالم جس مہینے میں
نبی کا ہے جو شیدائی صحابہ کا جو پیرو ہے
مزا ہے اسکے مرنے میں تو جاں ہے اسکے جینے میں
کرم نے ان کے ساؔحر لے لیا آغوش میں بڑھ کر
قرینہ تھا کہاں ایسا کوئی اس بے قرینے میں

مذکورہ بالااشعار کی روشنی میں ساحر مبارک پوری کی نعتیہ شاعری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔مزید تشنگی کو دور کرنے کے لئے آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

ساحر مبارک پوری کی شاعری میں ۱۷ غزلیں ہیں،مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صنف غزل کا مختصر سا جائزہ یہاں پر لے لیا جائے،تاکہ ساحر کی غزلیہ شاعری کا فکری محور سمجھنے میں آسانی ہو۔

غزل کی اصلا پیدائش ایران میں ہوئی،فارسی شعراء نے اس صنف میں تخیلات کی تخم ریزی کو اکثر و بیشتر حسن وعشق پر رکھی ہے۔کمتر تصوف واخلاق کی باتیں غزل میں پائی جاتی ہیں۔

جب صنف غزل ہندوستان میں آئی تو ظاہری بات ہے کہ قدیم شراب کا کچھ نہ کچھ اثر جدید پر پڑتا ہے۔اردو شعراء نے بھی فارسی شعراء کی تقلید کی،شروعاتی دور میں بیشتر حسن وعشق کے موضوعات ہی صنف غزل میں بیان کئے گئے ہیں۔غزل اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے یہ ہے کہ عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کی باتیں کرنا،شعراء ایک عہد تک غزل کے لغوی معنی پر چکر کاٹتے رہے،جس نے عشق کا مزہ چکھا تھا یا جو اس کے قریب بھی نہیں ہوا تھا،دونوں حقیقی، فرضی تخیل کے ساتھ غزلیں کہنے لگے۔اردو میں جب تنقید نگاری کی داغ بیل ڈالی گئی تو اس منظرنامے کو دیکھتے ہوئے حالی نے کہا کہ ’’وہ محض ایک بے سود اور دور از کار صنف معلوم ہوتی ہے۔(۱۱) کلیم الدین احمد نے اسے نیم وحشی صنف ٹھہرایا،عظمت اللہ خاں نے مشورہ دیا کہ غزل کی گردن بے تکلف ماردینی چاہیے،لیکن جب غزل کا ارتقا ہوا تو رشید احمد صدیقی کو غزل کے بارے میں یہ کہنا پڑا کہ غزل اردو شاعری کی آبرو ہے، کیوں کہ عشق کی پاکیزہ روایات بھی ہیں اور صنف غزل نے اپنے موضوعات میں تنوع کو سمیٹا اور شعراء نے عہد بہ عہد رفتہ رفتہ قسم قسم کے خیالات صنف غزل میں پیش کیا اور غزل کے دامن کو وسیع کردیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ اردو شاعری کے نشیب وفراز کے باوجود صنف غزل کا سرمایہ اردو کی ساری صنفوں سے زیادہ ہے۔روز بروز اس کی مقبولیت بڑھتی جارہی ہے۔کیوں کہ غزل کا شاعر اپنے دلی احساسات وجذبات کو غزل کی ہیئت میں شاعری کا پیکر عطا کرتا ہے اور جب قاری اس کو سنتا یا پڑھتا ہے تو اس کو اس کی اپنی زندگی سنائی دیتی ہے جس سے وہ لطف اندوز ہوتا ہے۔نیز غزل کا شاعر سماج کی خرابیوں اور خوبیوں کو محسوس کرتا ہے اور سوچتے سوچتے غزل کے لطیف اشارے وکنایے میں ڈھال دیتا ہے۔اس وجہ سے صنف غزل خواص وعوام میں موجودہ دور میں بھی بلند مقام رکھتی ہے۔

ہیئت کے اعتبار سے غزل کے اجزائے ترکیبی کچھ اس طرح ہیں، مطلع ،قافیہ، ردیف، حسن مطلع، بیت الغزل اور مقطع ،مطلع کے معنی ہیں طلوع ہونے کی جگہ،اسی سے پتہ چلے گا کہ غزل کا آغاز یہیں سے ہوا ہے۔ مطلع جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں گے، ردیف کا استعمال کثرت سے ہوا ہے غزلوں میں مگر بغیر ردیف کے بھی غزلیں اردو شاعری میں پائی جاتی ہیں اور شاعروں نے تو کبھی بغیر مطلع کے بھی غزلیں کہیں ہیں، مقطع کے معنی ہیں قطع ہونے کی جگہ، آخری شعر میں شاعر کے تخلص سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اب اس کی غزل تکمیل ہو چکی ہے، لیکن شاعروں نے بغیر مقطع کے بھی غزلیں کہی ہیں، مطلع کے بعد والے شعر کو حسن مطلع کہا جاتا ہے اور غزل کے سب سے عمدہ شعر کو بیت الغزل کہا جاتا ہے، غزل میں کم سے کم پانچ اشعار ہونے چاہیے، زیادہ سے زیادہ سترہ (۱۷) کی تعداد پر بیشتر ماہرین اتفاق کرتے ہیں اور اگر سترہ (۱۷) کے بعد اور اشعار کہنا ہے تو وسط میں ایک مطلع اور کہنا ضروری ہوگا، اس طرح دوغزلہ اور سہ غزلہ منصۂ شہود ہوتے ہیں، غزل کے اشعار کی تعداد اگر طاق ہو تو بہتر ہے، بیشتر شاعروں نے طاق عدد کا خیال رکھا ہے، باطنی طور پر غزل کا مخصوص مزاج داخلیت ہے، ہر شعر بہ لحاظ خیال و موضوع کامل ہوتا ہے، وہ حسن و عشق دنیا کی بے ثباتی، سماجی مسائل وغیرہ جیسے موضوعات پر جدا جدا رہتے ہوئے بھی ایک مضبوط دھاگے میں نوع بنوع پھولوں میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں اور بڑا سے بڑا خیال غزل کا شاعر ایجاز واختصار سے، علامتوں، کنایوں، استعاروں تشبیہوں اور صنائع وبدائع کو برتتے ہوئے صاف گوئی، سہل گوئی یا خوب صورت ایہام سے پیش کر دیتا ہے اور غزل کے ہر شعر کی خوبی ہے کہ دونوں مصرعے آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح ہوتے ہیں کہ ایک لفظ دوسرے لفظ کو اشارہ کرتا ہے، نیز غزل کا کوئی عنوان نہیں رہتا اور غزل میں سوز و گداز، زبان سادہ

سلیس اور شیریں ہوتی ہے، ڈاکٹر وزیر آغا رقم طراز ہیں:

''غزل کا ہر شعر ایک ایسا جزو ہے جو غزل کا حصہ ہونے کے باوجود اس سے جدا بھی ہے۔ یہ شعر ایک الگ حیثیت کا حامل ہے، لیکن اس کے باوصف غزل کے دھاگے سے منسلک بھی ہے'' (۱۲)

حافظ نظیری، بیدل وغیرہ کی غزلیہ روایت فارسی سے اردو میں آئی، غزل کی اولین نقوش ہند میں ہمیں خسرو کے کلام میں ملتے ہیں، امیر خسرو کی غزل کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں جس میں فارسی اور ہندی کی آمیزش ہے۔

شبان ہجراں دراز چوزلف روز وصلت چوں عمر کوتہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھو تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیا

جنوبی ہند میں قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ، وجہی، غواصی، بحری، نصرتی، شاہی، شوقی وغیرہ نے غزل کے تشکیلی دور میں اس کی نشوونما میں گرانقدر حصہ لیا ہے، مولوی عبدالحق قلی قطب شاہ کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چار سو برس پہلے کا کلام اگر آج کل کے شعراء کے عشقیہ کلام کے سامنے رکھ دیا جائے تو سوائے زبان کے تغیر کے کوئی اور فرق معلوم نہ ہوگا، وہی باتیں ہیں، وہی مضمون ہیں اور وہی طرز ادا اور وہی بحریں ہیں'' (۱۴)

محمد قطب شاہ کے غزل کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

پیا سانولا من ہمارا بھلایا ☆ نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

اردو غزل کے آدمِ ثانی اور شاعری کے بابا آدم ولی نے غزل کو صحیح راستہ عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، ماضی کی عشقیہ روایتوں میں نیا لب ولہجہ اور رنگ بھرا اور مضامین میں وسعت بخشی، انہوں نے اپنی غزلوں میں تصوف اور روحانیت کے مسائل کو صاف اور واضح طور پر پیش کیا ہے، نمونہ کے طور پر ان کے دو مشہور اشعار ملاحظہ فرمائیں:

عجب کچھ لطف رکھتا ہے شب خلوت میں گل روسوں ☆ خطاب آہستہ آہستہ، جواب آہستہ آہستہ

ولی! مجھ دل میں آتا ہے خیال یار بے پروا ☆ کہ جیوں انکھیا میں آتا ہے خواب آہستہ آہستہ

ولی کا سفر ۱۷۰۰ء میں دہلی کے لیے گویا کہ غزل اور صاحب غزل کا سفر ہوا، شمالی ہند کے شعراء اردو کو ریختہ، گری پڑی زبان سمجھتے تھے، فارسی کو معیاری زبان مانتے تھے، چنانچہ اس وقت ان کا ادبی منظر نامہ فارسی زبان پر دم مار ہا تھا، مگر جب ان لوگوں نے ولی کے کلام کو سنا تو احساس ہوا کہ مقامی زبان اردو بھی مناسب معلوم ہوتی ہے، جنوبی ہند اور شمالی ہند میں ولی دکنی کا کلام بطور مثال اور نمونہ بن گیا، اسی بنیاد پر ولی کو اردو غزل کا بابا آدم کہا جاتا ہے، دکن میں سراج، داؤد عزلت اور عاجز نے ولی کی اقتدا کرنے کی کوشش کی، شمالی ہند میں پہلے پہل ولی کی اتباع سراج الدین علوی خان آرزو، شرف الدین مضمون آبرو، یکرنگ وغیرہ نے کی، اس دور کے شعراء پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر جوہر قدوسی لکھتے ہیں:

''ان شعراء نے ایہام گوئی اور رعایت لفظی پر زیادہ زور دیا جس کی وجہ سے ان کی غزلوں کی معنویت اور اثر آفرینی کافی متأثر ہوئی اور شاعری

احساسات وجذبات کی ترجمانی کے بجائے لفظی گورکھ دھندا ہو کر رہ گئی''(۱۵)

غزل کا یہ عہد پستی کی طرف جانے لگا، لیکن یہ کیفیت دھوپ اور چھاؤں کے مانند رہی۔ خزاں کے بعد زمانۂ بہار شروع ہوا، چنانچہ مرزا مظہر جان جاناں نے تکلف وتصنع اور ایہام گوئی کو بالائے طاق رکھا اور سادہ گوئی جذبات واحساسات کی ترجمانی کو بروئے کار لاتے ہوئے اردو غزل میں فارسی کی دلکش ترکیبیں داخل کیں اور زبان میں صفائی وشگفتگی کا خاص خیال رکھا، اسی طرح کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

گر گل کو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں ☆ بولوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغباں اپنا ☆ یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے

اس کے بعد میر، دردا ور سودا نے اپنے عہد میں غزل کو معراج تک پہنچا دیا، بالخصوص میر کو اردو شاعری میں خدائے سخن کہا جاتا ہے، میر اپنے بارے میں کہتے ہیں:

سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا ☆ مستند ہی میرا فرمایا ہوا

دبستان دہلی کے متقدمین ومتوسطین ومتاخرین میں سبھی شعراء نے صنف غزل میں طبع آزمائی کی ہے، سودا نے اردو غزل کو داخلیت سے خارجیت کی طرف موڑا ہے۔ جب کہ درد کی غزلوں کا معاملہ صوفیانہ ہے۔ ان کے علاوہ انعام اللہ یقیں، میر اثر قائم، میر سوز وغیرہ نے بھی غزل میں مقام حاصل کیا ہے۔ ان کی غزلوں میں دردمندی، سوز وگداز وغیرہ کا عنصر موجود ہے جو ایک حد تک دبستان دہلی کی خصوصیت ہے۔ میر درد وسودا کے بعد دہلی میں غالب، ذوق، مومن کا عہد آتا ہے۔ غالب نے اردو غزل کو فکر اور ایک نئی جہت عطا کی مگر غالب بھی میر کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ریختے کے تمہیں استاذ نہیں ہو غالب ☆ کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

دوسرے شعر میں غالب کہتے ہیں:

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ ☆ آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

ذوق اپنے قصائد کی وجہ سے معروف ہیں۔ مگر ان کی غزلیہ شاعری بھی شگفتگی و شستگی کی وجہ سے بلند پایہ ہے۔ لیکن ذوق بھی میؔر کے تعلق سے کہتے ہیں:

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب ☆ ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مومن نے اردو غزل کو جدید طرز کا انداز بخشا ہے، ان کی غزلیں، شگفتگی، رنگینی، نازک خیالی کی وجہ سے حسن وعشق میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ مومن کا ایک شعر اردو شاعری کے کثیر دواوین پر بھاری اور وہ شعر عام وخاص کی زبان پر زد ہے۔ شعر ملاحظہ فرمائیں:

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا ☆ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

نصیر دہلوی، ظفر، آزردہ، شیفتہ داغ، امیر مینائی وغیرہ نے غزل کو آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ بالخصوص داغ امیر مینائی نے غزل کو صاف وسادہ زبان مترنم لہجہ عطا کیا اور ان کی غزلوں میں دبستان دہلی اور دبستان لکھنؤ کے شعری مزاج کا امتزاج ملتا ہے۔ دبستان لکھنؤ میں انشاء جرأت، مصحفی، ناسخ اور آتش کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ لکھنوی شعراء کی غزلوں میں شوخی، شگفتگی اور سرمستی کا احساس ہوتا ہے، کیوں کہ اس وقت لکھنؤ کا ماحول تعیش پسند تھا، لکھنوی شعراء نے اپنے فن پر غم اور قنوطیت کا سایہ پڑنے نہیں دیا۔

خواجہ الطاف حسین حالی نے مقدمہ شعروشاعری میں غزل پر تنقید اور اس کی اصلاح کے لئے مختلف تجاویز پیش کیں۔ شعراء نظموں کی طرف مائل ہوئے۔ لیکن اس عہد میں بھی غزل کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ صنف غزل نے کروٹ لی اور زمانے کے قدم بقدم چلنے لگی،

چنانچہ علامہ اقبال کے بارے میں یہ رائے قائم کی جاتی ہے کہ وہ نظموں میں مخصوص موضوعات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ لیکن انہوں نے غزل کو بھی ایک نئی آواز کا اس طرح رنگ دیا کہ غزل کی رعنائی اور دلکشی میں کوئی فرق نہیں آیا، ان کی غزلوں میں سیاسی افکار، فلسفیانہ خیالات، سماجی، ملی وقومی رجحانات پائے جاتے ہیں، غرض یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے غزل کی دنیا بدل دی اور غزل میں امید کا دامن جاگ اٹھا بطور مثال کے ان کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے ☆ قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

حسرت موہانی، عزیز لکھنوی، شاد عظیم آبادی، آرزو لکھنوی، فانی بدایونی، اصغر گونڈوی، فراق گورکھپوری، اقبال سہیل، جگر مرادآبادی، یگانہ چنگیزی وغیرہ نے حسن وعشق کے محدود دائرہ سے نکل کر زندگی کے مسائل غزل میں غزلیہ انداز میں پیش کئے، گویا کہ یوں کہا جائے کہ ان لوگوں نے غزل کے جسم میں ایک نیا خون دوڑا دیا۔

۱۹۳۶ء میں ترقی پسند تحریک وجود میں آئی، غزل کی مخالفت کی گئی، مخالفتوں کے باوجود غزل کی آواز دبی نہیں بلکہ اس نے ترقی پسند کی فکر کا جامہ زیب تن کرلیا، ترقی پسند شعراء میں فیض احمد فیضؔ، سردارؔ جعفری، ساحرؔ لدھیانوی، مجازؔ، جذبیؔ، غلام ربانی تاباںؔ، مجروحؔ سلطان پوری، خلیل الرحمٰنؔ اعظمی، ناصرؔ کاظمی، فراقؔ گورکھپوری وغیرہ نے غزل کی اشاریت اور رمزیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی معنویت میں اضافہ کیا۔

ساحر مبارک پوری کی غزلیہ شاعری کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے قدیم وجدید سے استفادہ کیا ہے اور ان کی شاعری میں ایک طرف رومانیت ہے تو دوسری طرف مذہبی، اصلاحی، اخلاقی باتیں بھی ملتی ہیں۔ فکروفن میں جدت وندرت کا احساس

ہوتا ہے،مشک وہ جو خود مہکے نہ کہ عطار کہے،نمونے کے طور پر ان کی غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

تکلف بر طرف تشریف لائیں
یہ دل ہے آپ ہی کی راج دھانی

وہ چلے تو سارا جہاں چلا وہ تھمے تو سارا جہاں تھما
اسی سمت مڑ گئے سب کے سب وہ نگاہِ ناز جدھر مڑی

یہ مقامِ عشق بھی ساحؔر ہے عجب مقام کہ جس جگہ
نہ تو بادشاہ کا بس چلا نہ کسی گدا کی چلی اڑی

دشمنِ ہوشمند سے ساحؔر کوئی نہیں ڈر
بچ میری جاں عزیز جاں یارئِ بدنظر سے بچ

تصنع بو الہوس کا ہے کہ پھسلن
پھسل جاتی ہیں بچکانہ نگاہیں

وہ اپنے دوش پر لہرا کے گیسو
بپا آفت پہ آفت کررہے ہیں

مصحف رخ کی تلاوت ہر گھڑی ہر آن کر
صاحب ایماں ہے تو طومار ارماں پھینکدے

حدثنا کی آوازیں اور زمزمے قرآں کے
بچوں کی زبانوں سے ہر وقت نکلتے ہیں

ترتیل کی تاثیریں کیا جانئے کیا کیا ہیں
ہوجاتی ہیں نم آنکھیں اور دل بھی پگھلتے ہیں

حوصلہ کی بات ہے خود بڑھ کے ساحؔر آشیاں
امتحانِ ہمتِ برقِ تپاں لینے لگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعتیں

﴿ ۱ ﴾

محمد کا حسن وکمال اللہ اللہ
برستا ہے ہر دم جمال اللہ اللہ
خطاب ان کے رخ پر ضیا والضحیٰ سے
مثیل اللہ اللہ مثال اللہ اللہ
نظر جلوۂ عام میں کھو گئی ہے
جمیل اللہ اللہ جمال اللہ اللہ
نگاہوں میں مازاغ کا گر ہے سرمہ
گماں اللہ اللہ مقال اللہ اللہ
ہوا جاگزیں دل میں فرماں جو نکلا
گُماں اللہ اللہ مقال اللہ اللہ
ہویدا ہے از شرق تا غرب جلوہ
منوّر جنوب وشمال اللہ اللہ

پس وپیشِ شمعِ ازل ماہ پارے
صہیب اللہ اللہ بِلال اللہ اللہ
ہر اک بات میں عزمِ محکم نمایاں
ہر اک گام میں اعتدال اللہ اللہ
کھجوروں کے ٹکڑوں پہ اکثر گزارہ
اور قدموں میں دنیا کا مال اللہ اللہ
یہ رونق یہ جلوے یہ تنویر ساحؔر
ہیں سارے نثارِ جمال اللہ اللہ

﴿ ۲ ﴾

بیکار ہے یہ طور کا جلوہ مِرے لئے
فردوسِ جاں ہے وادیِ بطحیٰ مِرے لئے

تسکینِ جاں، سکونِ دلِ اضطراب ہے
کیا کیا ہے صبحِ گنبد خضریٰ مِرے لئے

ہر ایک ذرہ کوئے مدینہ کا ہم نفس
اکسیر جاں ہے جان تمنا مِرے لئے

ساری خدائی ایک طرف ہے اگر تو ہو
کافی ہے ایک تیرا سہارا مِرے لئے

محشر کا غم مجھے ہے مگر واہ رے کرم
بے چین خود ہیں صاحب اسریٰ مِرے لئے

جس دل میں ان کی یاد ہے فردوس ہے وہ دل
ان کے بغیر دل بھی ہے صحرا مِرے لئے

ساحر میں کیا بتاؤں مِرے واسطے ہے کیا
دل کا سکوں ہے نقشِ کفِ پا مِرے لئے

﴿ ۳ ﴾

محمدِ عربی کے غلام جاتے ہیں
کشاں کشاں سوئے بیتُ الحرام جاتے ہیں

نہ دیر ہو کہیں تعمیلِ حکمِ مولا میں
یہ دوڑتے ہیں کبھی تیز گام جاتے ہیں

بصد نیاز وبصد عجز وانکسار بہم
درِ حضور پہ لیکر پیام جاتے ہیں

ہر ایک گام پہ سجدہ ہر اک نفس ہے درود
نرالی شان ہے بہرِ سلام جاتے ہیں

یہ احترام کا عالم ہے کوئے الفت میں
تمام آنکھ کے بَل گام گام جاتے ہیں

قیام کی ہے ضرورت کہیں نہ منزل کی
دیارِ عشق میں یہ صبح وشام جاتے ہیں

جب ایک آقا کے ساؔحر غلام ہیں سارے
بس ایک شکل میں سب خاص وعام جاتے ہیں

﴿ ۴ ﴾

یاد میں تیری لمحے گزارا کئے
پیچ قسمت کا اپنی سنوارا کئے

تیرے غم کے سہارے ہزاروں ستم
ہم نے اپنی خوشی سے گوارا کئے

کعبۂ دل میں اپنے وہ تھے جلوہ گر
دشت وصحرا میں یونہی پکارا کئے

لوگ ڈھونڈا کئے وہ گزرتے رہے
جلوۂ عام کو آشکارا کئے

بھول تھی میری بھاگا کیا عمر بھر
وہ تو دامانِ رحمت پسارا کئے

حشر میں بارِ عصیاں کو سر پر لئے
جارہے ہیں بھروسا تمہارا کئے

آج بھی دل میں ساؔحر وہ موجود ہیں
ایک مدت ہوئی گو نظارا کئے

﴿ ۵ ﴾

آئی ہیں شاید ہوائیں ہو کے کوئے یار سے
جس طرف جاتی ہیں کھلتے جاتے ہیں گلزار سے

کون عالم لیکے آئی ہے صبا جو چھڑ گیا
نغمۂ عشق نبی خود دل کے ہر ہر تار سے

جگمگا اٹھا ہے گوشہ گوشہ قلبِ زار کا
ہوگیا ہے ربط باہم مرکزِ انوار سے

جانے والے سوئے کعبہ التجا بس ہے یہی
عرض کردینا سلامِ شوق بھی سرکار سے

روضۂ اطہر کی جالی کر کے مَس اس طرح سے
مدعا کہنا کہ رحمت جھوم اٹھے خود پیار سے

مدتیں گزریں کہ گزرے تھے مرے کوچہ سے وہ
آج بھی رونق برستی ہے در و دیوار سے

یاد ان کی آتے ہی ساؔحر سفینہ قوم کا
جانبِ ساحل روانہ ہوگیا منجدھار سے

﴾ ٦ ﴿

صبح فاراں کے جلوے مچلنے لگے
شام طغیاں کے سائے بھی ڈھلنے لگے
رحمتِ حق کی بارش ہوئی اس طرح
پاؤں باطل کے ہر سو پھسلنے لگے
سُن کے اللہُ احدٌ کی شیریں صدا
مردہ دل زندہ ہو ہو کے چلنے لگے
ہچکیاں موت کی آ رہی تھیں جنھیں
پا کے وہ چارۂ غم بہلنے لگے
بجھ گئیں نفسِ شیطاں کی چنگاریاں
حوصلے حق کے سینوں میں پلنے لگے
ہمتیں دیکھ کر اہلِ ایماں کی
دھارے طوفان کے رخ بدلنے لگے
بجھ گئے خود بخود نفرتوں کے دئے
قمقمے عشق و الفت کے جلنے لگے

ہیکلِ بت پرستی ہوا چور چور
قالبِ دیں میں انسان ڈھلنے لگے
جانے تاثیر کیا ذکرِ طٰہٰ میں تھی
سنگدل موم ہو کر پگھلنے لگے
اُس نگاہِ تلطف کا احسان ہے
ساحرِ خستہ جاں بھی سنبھلنے لگے

﴿ ۷ ﴾

وجد میں کعبہ ہے رقص میں ہے حرم
ارضِ طیبہ میں آئے یہ کس کے قدم
مرحبا کا ہر اک سَمت ہے زیر و بم
جھومتے ہیں مسرّت سے لوح و قلم
آمنو کی صداؤں سے گونجا حرم
ہوگیا غرقِ توحید بیت الصنم
وہ بلائیں کہ تڑپائیں دیدیکے غم
یہ بھی اُن کا کرم وہ بھی اُن کا کرم
ضبط سے کام لے کوئے محبوب ہے
رک لبِ شوق رک تھم دلِ شوق تھم
قدسیوں کے پرے ہیں کھڑے صف بصف
لیکے تحفے سلاموں کے ہر ہر قدم
عرش سے فرش کرنے لگا چشمکیں
یہ انھیں کا کرم ہے خدا کی قسم
تنکا تنکا رہ دوست کا ہم نفس
فخرِ گلزار ہے رشکِ باغِ ارم

﴿ ۸ ﴾

مدینے والے کے آستانے پہ جان دینے کی آرزو ہے
یہی تمنا ہے میرے دل کی اسی کی ہر وقت گفتگو ہے
شفیعِ محشر حبیبِ داور بلالو اب مجھکو اپنے در پر
کہ زندگی اک عذاب ہے میری اور خطرے میں آبرو ہے
ہے جلوۂ بے پناہ ہر سو، نگاہ ٹھہرے تو کیسے ٹھہرے
جہاں بھی دیکھو جدھر بھی دیکھو ہر اک نظارے میں تو ہی تو ہے
نگاہ محدود تر ہے میری جگہ جگہ ہے جمال تیرا
ترا تبسم ہر اک کلی میں ہر ایک گل میں تری ہی بو ہے
شرابِ الفت پلا دے آنکھوں سے ساقیِ کوثرِ محبت
کہ جام تک دسترس کوئی ہے میری نہ ہاتھ میں میرے ہی سبو ہے
تری گلی چھوڑ کر کہاں جاؤں کہ آشنا بھی نہیں ہے کوئی
بھلا ہوں یا کہ برا ہوں لیکن میں تیرا ہوں اور میرا تو ہے
یہ ساحرِ خستہ حال وبیکس ترس رہا ہے ترے کرم کو
بروزِ محشر اے کملی والے ترے ہی دامن کی جستجو ہے

﴿ ۹ ﴾

محمد کی مجھ پر نظر ہو رہی ہے
مِری شامِ غم کی سحر ہورہی ہے
جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
فقط یاد خیر البشر ہورہی ہے
مدینے کے ذرے ہیں تاروں سے بڑھکر
منور ہر اک رہ گزر ہو رہی ہے
مِرے حال پہ رشک کرتی ہے دنیا
توجہ ادھر اِس قدر ہو رہی ہے
الٰہی نگاہوں میں روضہ ہے کس کا
مری عقل کیوں بے خبر ہو رہی ہے
وہ عالم ہے وارفتگی کا کہ ہر سو
ہر اک چیز قربانِ در ہو رہی ہے
بچھا جارہا ہے کہیں دل کا دامن
تصدق کہیں چشمِ تر ہو رہی ہے

مری لاج رکھ لی درِ مصطفیٰ نے
بڑی عافیت سے بسر ہو رہی ہے
تڑپ بڑھ گئی ہے مدینے کی ساحؔر
دعاء سحر کار گر ہو رہی ہے

﴿ ۱۰ ﴾

اک عجب انقلاب دیکھتا ہوں
خود کو اب کامیاب دیکھتا ہوں

میں ہوں اور طوافِ کعبۂ ایماں
ہر دعا مستجاب دیکھتا ہوں

سر سے پا تک ہوں غرقِ سرمستی
ہے حقیقت کہ خواب دیکھتا ہوں

جس کو موسیٰ نے طور پر دیکھا
ویسا ہی کچھ جناب دیکھتا ہوں

جس طرف ڈالتا ہوں میں نظریں
وہیں رحمت کے باب دیکھتا ہوں

میں ہوں ان کا جمال رنگیں ہے
ختم سارے حجاب دیکھتا ہوں

سامنے سامنے ہیں سب باتیں
جلوۂ بے حساب دیکھتا ہوں

آرزوے سوال سے پہلے
اس کا روشن جواب دیکھتا ہوں

ہر طرف ہر قدم ہر اک ساعت
نورِ امّ الکتاب دیکھتا ہوں

دل کو دے ہر نفس جو تاب وتواں
وہ خصوصی خطاب دیکھتا ہوں

ساؔحر کم نَوا کی آہوں کا
عرش سے انتساب دیکھتا ہوں

﴿ ۱۱ ﴾

ماہِ عرب سے روشن عالم ہے زندگی کا

احسان کوئی کیوں لے دو دن کی چاندنی کا

خود پھول خدا کے برسا کے راہ دیدی

رضواں نے جبکہ دیکھا دیوانہ ہے کسی کا

ملتا نہ تھا نشاں بھی اف دور تک ضیا کا

اب جا بجا ہے روشن مینارہ روشنی کا

خود کعبہ بھی خدا بھی سجدہ سے جھوم اٹھے

کچھ اس طرح بڑھا دے اخلاص بندگی کا

سارے جہاں سے کٹ کر اس حسن کا سا ہو جا

زیبا نہیں اٹھانا یوں ناز ہر کسی کا

مدت گزر چکی ہے رونق فزا ہوئے تھے

یوں لگ رہا ہے جیسے ہے واقعہ ابھی کا

ساقی نے مے پلا کر مستوں کو اپنے بخشا

پندارِ بے خودی میں انداز آگہی کا

طوفانِ غم فزاہی خود بن گیا کنارا

جب بیکسی میں لب پر نام آگیا کسی کا

کہنے سے پہلے ہی جب ہر مدعا ہے حاصل

شکوہٰ کرے کوئی کیوں پھر دامنِ تہی کا

آنکھوں میں اشک جھلکے گھر آیا ابر رحمت

ہے عرش سے تعلق آہ سحر گہی کا

جس دل کی وسعتوں میں گھر کر لے اُن کی الفت

قسمت ہے تو اُسی کی رتبہ ہے تو اُسی کا

فاراں کی وادیوں سے لائی نسیم مژدہ

گلشن کے پھول مہکے دل کھِل اٹھا کلی کا

خاکِ مدینہ ساحرؔ چُن چُن کے دل میں رکھ لے

شامل غبارِ پا بھی کچھ اس میں ہے کسی کا

﴿ ۱۲ ﴾

جلوؤں کی بھیڑ روضۂ اطہر کے آس پاس
تاروں کا ہے ہجوم ہر اک دَر کے آس پاس
اک سلسلہ فلک سے زمیں تک ہے نور کا
ہر چیز کھینچ کے آتی ہے محور کے آس پاس
اصحابی کالنجوم کی تفسیر کیا کہوں
تارے ہیں جیسے ماہِ منوّر کے آس پاس
ختم رُسُل کا امتی ہوں دیکھئے شرف
جنت کھڑی ہے میرے مقدر کے آس پاس
ان کے درِ کرم کی گدائی کا ہے طفیل
شاہوں کا ہے ہجوم قلندر کے آس پاس
اٹھیں کرم نواز نگاہیں بجھی ہے پیاس
کتنا سکوں ہے ساقیِ کوثر کے آس پاس
آنکھوں میں شوقِ دید لئے یہ حسین چاند
منڈلا رہا ہے حُسنِ پیمبر کے آس پاس
ذکرِ رسول پاک کی ساحؔر ہیں برکتیں
اتنا بڑا ہجوم ہے اس گھر کے آس پاس

﴿ ۱۳ ﴾

بخشوانے کی اداؤں پہ ادا لوٹ گئی
لب سے نکلیں جو دعائیں تو رضا لوٹ گئی
حشر میں دیکھا پریشاں جو گنہگاروں کو
اُٹھ کے ہر سَمت سے رحمت کی گھٹا لوٹ گئی
ہم نے بھولے سے بھی انکو نہ کبھی یاد کیا
ان کی وہ یاد کا عالم کہ وفا لوٹ گئی
کوئے طیبہ سے نسیم آئی معطر ہوکر
ہوکے سر مست وہیں بادِ صبا لوٹ گئی
گالیاں کھا کھا کے طائف میں دعا دی جس نے
اُس کے ہر لفظ پہ تاثیر دعا لوٹ گئی
گنبدِ خضرا کے ماحول پہ قرباں ہو کر
کیسے انداز سے جنت کی فضا لوٹ گئی
دردِ عشقِ نبوی میں وہ مزا ہے ساحؔر
میری قسمت پہ تمنائے شفا لوٹ گئی

﴿ ۱۴ ﴾

کوئے محبوب سے آیا ہے بلاوا میرا
دل کسی طرح یہاں اب نہیں لگتا میرا
کھُل گیا اے مرے اللہ نصیبہ میرا
بن گیا دردِ محبت ہی مداوا میرا
دوریٔ منزلِ الفت کا نہیں غم مجھکو
سُن لیا نوشۂ خوباں نے سندیسہ میرا
چھوڑ دو اَے مرے احباب کہ اب وقت نہیں
رحمتیں دیکھتی ہیں دیر سے رستا میرا
اپنی قسمت پہ کروں ناز میں جتنا کم ہے
لطف فرما ہے مِرے حال پہ آقا میرا
حشر میں گرمیٔ خورشید کا ڈر کیونکر ہو
سایۂ گنبدِ خضرا ہے سہارا میرا
نہ زر و مال نہ اعمال ہیں ساؔحر میرے
ان کی الفت ہے فقط ایک وسیلہ میرا

﴿ ۱۵ ﴾

بطحیٰ کی مقدس وادی پر انعام بھی ہے اکرام بھی ہے
پروانو! چلو وہ شمع جلی دیدار کا اِذنِ عام بھی ہے
رحمت کی توجہ سرتاپا ہے نورِ نظر پر آمنہ کے
جبریل بھی آتے جاتے ہیں رویا بھی ہے اور الہام بھی ہے
اَحَدُ اَحَدُ کے نغموں سے معمور فضا مخمور ہوئی
ڈوبی ہوئی حق کے جلوؤں میں یہ صبح بھی ہے اور شام بھی ہے
اللہ سے باتیں ہوتی ہیں صہبائے محبت ڈھلتی ہے
تسنیم بھی ہے اور کوثر بھی وحدت کا چھلکتا جام بھی ہے
والعصر کے جلوے ہر سو ہیں والنجم کے طغرے چاروں طرف
والنّور کی روشن محفل میں عرفاں کا نورِ تام بھی ہے
توحید کے جام کو ہونٹوں سے جس نے لگایا ہے بڑھ کر
آغاز حسیں تر ہے اس کا روشن اُس کا انجام بھی ہے
اے ہادیٔ کل اے فخرِ اُمم اے ساقیٔ تسنیم وکوثر
اک لفظ کرم کا متمنی یہ ساؔحرِ تشنہ کام بھی ہے

۱۶

ہزاروں طوفاں اُٹھا کئے ہیں ہزاروں طوفاں اُٹھا کریں گے
جواُن کا کلمہ پڑھا کئے ہیں وہ اُن کا کلمہ پڑھا کریں گے

اٹھیں بلائیں گرائیں بجلی اڑائیں جھونکے ہَوا کے لیکن
مِرے نشیمن کے شوخ تنکے فلک سے باتیں کیا کریں گے

بگولے اُٹھیں گے بیٹھ جائیں گے ٹوٹ جائیں گے آبلے بھی
یہ عزمِ محکم کا ہم نشینو! مقابلہ تا کُجا کریں گے

جو باندھنا ہے تو باندھ صیّاد شوق سے مِرے دست و بازو
نمازِ الفت قضا نہ ہوگی یہ سر بھی دیکے ادا کریں گے

ترانے وحدانیت کے ہر سو پھریرے ناموس مصطفیٰ کے
چمن کی ہر شاخِ تر پہ ہمدم یونہی ہمیشہ اُڑا کریں گے

بلا سے دشمن بنے زمانہ بلا سے ویراں ہو آشیانہ
ہم ان کا ذکرِ جمیل پیہم کریں گے اور برملا کریں گے

ہمارا سدرہ کی چوٹیوں پر پہونچکے ساؔحر مقام ہوگا
جو منزلِ قُدس کے ہیں راہی وہ ان بسیروں کا کیا کریں گے

۱۷

کوئے طیبہ کے چھُٹنے کا غم دیکھئے
اشک افشانیِ چشمِ نم دیکھئے

سُن کے لبیک کا زیر و بم دیکھئے
وجد میں ہیں یہ لوح وقلم دیکھئے

رات میں ان کا نورِ اتم دیکھئے
صبح کو شانِ لطف وکرم دیکھئے

اُن کے جلوؤں سے دل سیر ہوتا نہیں
جی میں آتا ہے بس دم بدم دیکھئے

نور ہی نور کا ہر طرف وہ سماں
ہر نفس دیکھئے ہر قدم دیکھئے

شامِ ناز و نیازِ محبت اثر
صبحِ جلوہ فروشِ حرم دیکھئے

روضۂ پاک کے جلوۂ عام میں
عکسِ فردوس و باغ و ارم دیکھئے

اُن کے دربار میں کہتے لبیک سب
کھینچ کے جاتے ہیں عرب وعجم دیکھئے

ہر گلی میں جمالِ حبیبِ خدا
جلوہ فرما خُدا کی قسم دیکھئے
ہر جگہ ایک شانِ خدا جلوہ گر
ہر گھڑی لطفِ شاہِ اُمم دیکھئے
ساحرؔ پائمالِ غم و رنج کو
کب بلاتا ہے اُن کا کرم دیکھئے

﴿ ۱۸ ﴾

سُوئے حجاز جو عبد الشکور جاتے ہیں
غلام جن کے ہیں اُن کے حضور جاتے ہیں
وہ خوش نصیب ہیں مولا جنھیں بلا بھیجیں
ہے جن کے دل میں تڑپ وہ ضرور جاتے ہیں
ہے دل میں جذبۂ دیدارِ سرورِ عالم
بصد نیاز و بہ جذب و سرور جاتے ہیں
ہے لب پہ نغمۂ لبیک دل میں ذکرِ خدا
عجیب شان سے اُن کے حضور جاتے ہیں
ہے تن پہ جامۂ احرام بال گرد آلود
مِلا کے خاک میں کِبر وغرور جاتے ہیں
سلامِ ساحرؔ خستہ بھی عرض فرما دیں
ہے عرض اُن سے جو اُن کے حضور جاتے ہیں

﴾ ١٩ ﴿

چھیڑ دے ساز دل پر مدینے کی بات
ساری باتوں سے بہتر مدینے کی بات

کوئی کہتا رہے اور میں سنتا رہوں
ہم نشیں زندگی بھر مدینے کی بات

صفحۂ یاد سے مِٹ گئی یاد سب
رہ گئی نقش دل پر مدینے کی بات

شام سے سنتے رہتے ہیں باگوشِ دل
تا سحر ماہ و اختر مدینے کی بات

دیکھکر مجھکو حیران ومضطر نبی
مونسِ ہجر اکثر مدینے کی بات

ہے زباں پر درودو سلامِ نبی
پاک محفل میں سن کے مدینے کی بات

خیر سے جمع احباب ہیں چھیڑ دے
ساحؔرِ نغمہ پیرا مدینے کی بات

﴾ ٢٠ ﴿

تھپیڑو! راستا دیدو خدارا اس سفینے کو
بصد حسرت بصد ارماں چلا ہے جو مدینے کو

جگہ پانے کے لائق آستاں پر گو نہیں ہوں میں
عطا ہو جائے خاکِ پاک ہی تھوڑی کمینے کو

مقدر اوج پر اس کا ہے قسمت اُس کی قسمت ہے
غمِ عشقِ پیمبر مل گیا ہے جس کے سینے کو

شہنشاہانِ عالم نازنینانِ جہاں کیا ہیں
ترستے ہیں ملک بھی میرے آقا کے پسینے کو

کسی کی یاد میں اشکوں کی بارش دیدنی سی ہے
کوئی آواز دیدو بڑھ کے ساون کے مہینے کو

قرینہ سیکھتے ہیں اُس سے دنیا بھر کے فرزانے
جگہ قدموں میں اُن کے مل گئی جس بے قرینے کو

بلا کوئے مدینہ زندگی سے موت بہتر ہے — بھلا جینا کہے گا کون اس مرمر کے جینے کو
جہاں کے میکدے رقصاں ہیں ساحؔر اسکی مستی پر — عطا فرمادیا ہے جُرعہ جو آنکھوں نے پینے کو

﴿ ۲۱ ﴾

بروزِ حشرِ شورِ ربِّ نفسی نفسی جب ہوگا
محمد مصطفیٰ کے لطفِ بخشش کا سبب ہوگا

تجلّیِ سراپا بن کے ختم المرسلین آئے
کہ جنکے نور سے جلوہ بکف دامانِ شب ہوگا

ادب آموز عالم آگئے ارفس مقدس میں
ادب سے جنکے آگے تہ بہ زانوئے ادب ہوگا

زمیں مبہوت ہے تو ہو فلک حیران ہے تو ہو
یہ طے ہے ناسخِ ادیان اک اُمّی لقب ہوگا

غمِ عشقِ نبی سے آشنا ہونے تو دو اُس کو
متاعِ درد پر نازاں دلِ درماں طلب ہوگا

حضور انکے پہونچ جائینگے جسدم انکے دیوانے
بیاں کوئی کرے گا کیا وہ عالم ہی عجب ہوگا

گزر جائیگی خود دامن بچا کر گردشِ طوفاں
مری کشتی کا کھیون ہار جب محبوبِ رب ہوگا

نہ کر بے مائگی کا اپنی شکوہٰ ان کا ہو جا بس
نگاہ لطف پڑ جائیگی جس پر اسکا سب ہوگا

یہ مانا ہوگا اذنِ عام بہرِ دیدِ محشر میں
مگر جلووں کی کثرت سے کسی کو ہوش کب ہوگا

بگولے عطر برسائیں گے کانٹے گل کھلائینگے
قدم سے انکے فردوس بریں دشتِ عرب ہوگا

قبائیں چاک ہوجائینگی اکدم ظلمتِ شب کی
ضیائے ماہِ کامل ہوگی اور جشنِ طرب ہوگا

تمناؤں سے کہدو مسکرائیں ناز فرمائیں
زہے قسمت مکینِ عرشِ دل محبوبِ رب ہوگا

لبِ کوثر کرم پر ان کے ساحر جان ودل قرباں
نگاہِ لطف ہوگی جام ہوں گے تشنہ لب ہوگا

﴿ ٢٢ ﴾

سلام اُس پر ہے جس کا نام زیبِ داستاں اب بھی
سلام اس پر ہے جس کا آستاں دارالاماں اب بھی

سلام اُس پر نسیمِ صبح آ کر جس کے گلشن سے
کِھلا جاتی ہے ہر سو گلستاں در گلستاں اب بھی

بہت مدت ہوئی آیا تھا اک جھونکا پسینے کا
معطر ہے مگر ویسے ہی صحنِ گلستاں اب بھی

بلندی ہو کہ پستی جس طرف جاؤ جہاں دیکھو
انھیں کی نعت میں ہیں سب کے سب رطب اللساں اب بھی

رگوں میں زندگی کی موج جس سے دوڑ جاتی ہے
سناتے ہیں منارے مسجدوں کے وہ اذاں اب بھی

ازل میں خالقِ کونین نے توصیف کی جس کی
اسی کا نام ہے ہر سمت عنوان بیاں اب بھی

دل وجاں ہیں تصدق آمنہ کے ماہ پارے پر
درخشاں جس کی صورت ہے جبینِ کہکشاں اب بھی

مٹا دیتے ہیں ان کے واسطے جو اپنی ہستی کو
جگہ دیتے ہیں آنکھوں میں انھیں کون ومکاں اب بھی

جھکا دیں اپنی گردن آستاں پر ان کے گر ساحرؔ
قدم بوسی کو آ سکتا ہے دورِ آسماں اب بھی

﴿۲۳﴾

اُن کا ہر سو نام بہت ہے
یعنی فیضِ عام بہت ہے
دردِ مدینہ وجہ سکوں ہے
دل کو مرے آرام بہت ہے
ہجر کی شام کی صبح نہیں ہے
دور سحر سے شام بہت ہے
عمر گراں تو کھیل میں گزری
دین کا باقی کام بہت ہے
لطفِ نظر کے ساتھ اگر دیں
مجھ کو وہ دردِ جام بہت ہے
بد ذوقی کی سیکڑوں منزل
جذب میں دو اک گام بہت ہے
نعت میں ساحرؔ پہونچا فلک تک
ویسے تو گمنام بہت ہے

﴿۲۴﴾

لئے جاتی ہے کھینچے آرزو سب کو مدینے میں
پیادہ پا کوئی جاتا ہے تو کوئی سفینے میں
معطر ہیں فضائیں راستے سارے مہکتے ہیں
نہا کے آئی ہے شاید صبا ان کے پسینے میں
کرے ناز اک مہینہ جس قدر چاہے اسے حق ہے
ہوئے ہیں جلوہ گر فخر دوعالم جس مہینے میں
جبینِ سر زمینِ طیبہ فخر و ناز فرمائے
جو چمکا عرش اعظم پر وہ نور آیا مدینے میں
ابو بکر و عمر عثمان و حیدر کی محبت نے
جگہ بڑھ کے بنالی ہے مرے دل کے نگینے میں
برائے غزوۂ عسرت ابوبکرِ معظم نے
فدا فرمادیا جو کچھ بھی تھا گھر کے خزینے میں
گئے تھے سر قلم کرنے مگر کلمہ لگے پڑھنے
بجھا کر لیگئے تھے جو عمر تلوار کینے میں
زہے دو نور فرمایا عطا عثماں کو حضرت نے
خلوصِ بیکراں کو دیکھ کر مواج سینے میں

درِ خیبر سے پوچھو زورِ حیدر اور مرحب سے
سنہری حرف سے لکھا ہے تاریخی دفینے میں

نبی کا ہے جو شیدائی صحابہ کا جو پیرو ہے
مزا ہے اسکے مرنے میں تو جاں ہے اسکے جینے میں

کرم نے ان کے ساحرؔ لے لیا آغوش میں بڑھ کر
قرینہ تھا کہاں ایسا کوئی اس بے قرینے میں

﴿ ٢٥ ﴾

جان و دل مانگے ہے پھر جلوہ گہہِ کوئے رسول
ہو کے خوش جھومتے پروانے چلے سوئے رسول

میری قسمت کے ستارے نے مہِ نو سے کہا
تو کہاں اور کہاں وہ خمِ ابروئے رسول

اے مدینہ تری گلیوں سے فضائے جنت
لے اُڑی چپکے سے شاید کبھی خوشبوئے رسول

یک بیک غم کی خلش بھول گئی روح بلال
سامنے دیکھ کے آنکھوں کے گلِ بوئے رسول

سجدہ کرتے ہوئے قدموں پہ گرے آ کے شجر
جچ گیا آنکھوں میں ایسا قدِ دل جوئے رسول

حضرتِ عائشہ نے صاف صحابہ سے کہا
جو ہے قرآن کی تفسیر وہ ہے خوئے رسول

عمر بھر جاگے تھے سُنّت کو جِلانے کے لئے
چین سے سوئے ہیں اب پا کے وہ پہلوئے رسول

گھر سے نکلے تھے مٹا دینگے وہ اسلام کا نام
آنکھ ملتے ہی بنے قوتِ بازوئے رسول

جنتِ خلد کروں کیا کہ مجھے کافی ہے
سایۂ ابر کرم لطفِ لبِ جوئے رسول

رہ گئی گرمئ محشر بھی پشیماں ہو کر
دیکھ کے سر پہ مرے سایۂ گیسوئے رسول

﴿ ۲۶ ﴾

فاران کی چوٹی پہ ضیا جھوم رہی ہے
ہے آمدِ محبوبِ خدا جھوم رہی ہے
ہونٹوں پہ مرے نام محمد جونہی آیا
پڑھ پڑھ کے زباں صلِّ علیٰ جھوم رہی ہے
حضرت کے پسینے سے کلی ہو کے معطر
گلشن میں بصد ناز وادا جھوم رہی ہے
معراج میں رفتارِ براقِ نبوی دیکھ
جبریل کے شہپر کی ہوا جھوم رہی ہے
بوبکرو عمر پر سر عثمان و علی پر
رحمت کی گھٹا صبح و مسا جھوم رہی ہے
بادِ شہ بطحیٰ سے ہے سرمست اگر دل
نظروں میں مدینے کی فضا جھوم رہی ہے
زہرا ہوں کہ حسنین سمیٹے ہوئے سب کو
تعظیم کی ذی شان رِدا جھوم رہی ہے
میدانِ شہادت میں فدا کار وہ حمزہ
یوں جھوم کے آیا کہ قضا جھوم رہی ہے

ہیں عائشہ اسرارِ نبوت کی محافظ
کردار پہ ان کے تو رضا جھوم رہی ہے

نعتِ شہ بطحیٰ کے سبب ساحرِ خستہ
محشر میں مرے سر پہ رضا جھوم رہی ہے

﴾ ۲۷ ﴿

رہ نوردی کیا ہے الفت آشنا سے پوچھئے
عاشقِ گلزارِ کوئے مصطفیٰ سے پوچھئے

ساحلِ امید پر کشتی لگادی کس طرح
ناخدا کی شان گردابِ بلا سے پوچھئے

چوٹ کھا کر چوٹ پر الفت میں ہنستے ہی رہے
زخم کی لذت بلالِ با صفا سے پوچھئے

صدق پر انکے گواہی صدقِ دل سے دینگے سب
آشنا سے پوچھئے نا آشنا سے پوچھئے

سُن کے آنے کی خبر اہل مدینہ کی خوشی
راستے میں فرشِ چشمِ مدعا سے پوچھئے

اخلص واقرب کہا اور احسن واکرم کبھی
عظمتِ صدیقِ اکبر مرتضیٰ سے پوچھئے

گردنیں خود کٹ کے گر جاتی تھیں تیور دیکھ کر
سطوتِ فاروق میدانِ دغا سے پوچھئے

لے لیا بوسہ جبیں کا آسماں نے جھک کے خود
شوکتِ سجدہ زمینِ کربلا سے پوچھئے

وقت بیعت ہاتھ کو اپنے کہا عثماں کا ہاتھ
شانِ ذی النورین فخرِ انبیاء سے پوچھئے
ہو نہ جائے مرتضیٰ کا سجدۂ الفت قضا
لوٹ کر سورج چلا آیا فضا سے پوچھئے
چاک سینہ کرکے الفت کا دیا بڑھ کر ثبوت
چاند کیوں شق ہوگیا اہل وفا سے پوچھئے
راستا فردوس کا قرآن نے بتلادیا
ہو کھٹک ساحؔر تو اصحاب بدیٰ سے پوچھئے

﴿ ۲۸ ﴾

میں جو بہرِ سرمہ خاکِ آستاں لینے لگا
بوسہ نقشِ پا کا جُھک کر آسماں لینے لگا
کچھ عجب تاثیر ہی ہے ان کی ہر اک بات میں
سارا عالم آکے لطفِ داستاں لینے گا
بہرِ ہستی میں سہارا جب نہ آیا کوئی کام
کام ان کے نام سے ہر نیم جاں لینے گا
جب کوئی جھونکا پسینے کا مدینے سے چلا
عطر کا سامان ہر ہر گلستاں لینے لگا
حاجیوں کے پاؤں تک دیکھا رسائی ہے محال
بوسہ کشتی ہی کا بحرِ بیکراں لینے لگا
ابر نے سایہ کیا پنکھا ہواؤں نے جھلا
دم جو تھم کر زائروں کا کارواں لینے لگا
الفت دیں چپکے چپکے دل میں گھر کرنے لگی
ہر مسلماں روز وشب درسِ اذاں لینے لگا
جذبۂ تعمیلِ فرمانِ رسالت کچھ نہ پوچھ
صفِّ اول میں جگہ ہر نوجواں لینے لگا
حوصلہ کی بات ہے خود بڑھ کے ساحرؔ آشیاں امتحانِ ہمتِ برقِ تپاں لینے لگا

﴿ ۲۹ ﴾

صبا بتادے مجھے راستہ مدینے کا
وہیں پہ لطف ہے مرنے کا اور جینے کا
میں جان دیدوں پہونچ کر درحضور کے پاس
ہے صرف اتنا ہی ارمان مرے سینے کا
نسیم مشک فَشاں ہے فَضا معطر ہے
چلا ہے طیبہ سے جھونکا کوئی پسینے کا
محمدِ عربی ناخدا ہیں جب ہمدم
ہر ایک موج ہے ساحل مرے سفینے کا
ہے نقش و عکسِ سراپا جمالِ احمد کا
نہ پوچھ حال مرے دل کے آبگینے کا
زہے نصیب تصور میں ان کا کوچہ ہے
سراغ مل گیا فردوس جاں کے زینے کا
فقط نگاہ کرم کا بھروسا ہے ساؔحر
نہ پاس نیکی نہ کچھ ہے عمل قرینے کا

غزل (۱)

تمناؤں کے خشک نالے بہے
کناروں کا دامن سنبھالے بہے
یہ ہیں کہکشاں زادے دیکھو ذرا
کہ جاتے کسی کے ہیں بالے بہے
ڈھلکتے ہیں دامن پہ یہ اشکِ خوں
کہ جاتے ہیں نازوں کے پالے بہے
فَزوں ضبط کی حد سے جب ہوگیا
تو لب بند زخموں کے تھالے بہے
بہا لے گئی موج گوروں کو جو
اسی رَو میں جاتے ہیں کالے بہے
بھنور ساحلِ امن ان کا نبی
جو ہو کے خدا کے حوالے بہے
کوئی دیکھے ساقی کی دریا دلی
سبو چھلکے انڈوں کے پیالے بہے
فسوں کار جلوؤں کے دھارے حسیں
پس و پیش بن دیکھے بھالے بہے

زباں خار صحرا کی کرنے کو تر
مرے پاؤں کے آج چھالے بہے

غزل (۲)

نہ دل ہے اور نہ دل کی ترجمانی
کہانی ہے کہ ایام جوانی
گھٹا ہے اور شراب ارغوانی
ترے بن سانپ ہے یہ رُت سہانی
چرا لائی خرام ناز تیرا
سبک شفاف موجوں کی روانی
تکلّف بر طرف تشریف لائیں
یہ دل ہے آپ ہی کی راجدھانی
نگاہوں سے چھپا کے دل میں رکھنا
یہ کہدیتی ہیں اسرار نہانی

غزل (۳)

مری سمت یونہی گھڑی گھڑی کھڑے دیکھنے کی ہے کیا پڑی
یہ گماں نہیں ہے یقین ہے لگی انکو میری نظر کڑی

یہ مثال بدر تری جبیں ہے نثار جس پہ جہاں سبھی
یہ حسین وسرخ ہیں لب ترے کہ ہیں تر گلاب کی پنکھڑی

سرِ بزم ہونٹ جو وا ہُوئے لگی ہونے بارشِ نور وگل
ہے عجب سماں دمِ گفتگو کہیں لوگ چھوڑے ہے پھلجھڑی

یہی مختصر سی ہے التجا مرا دل ہے نذر قبول بھی
نہ کوئی طویل سوال ہے نہ گزارشیں ہیں بڑی بڑی

نہ جگر مرا ہے نہ دل مرا نہ متاعِ ہوش وخرد مری
ہے عجیب حال تباہ سا سرِ راہ جب سے نظر لڑی

تری دھن میں بزمِ خیال میں ہوں اسی طرح سے رواں دواں
گو پڑی ہیں پاؤں میں بیڑیاں گو لگی ہے ہاتھ میں ہتھکڑی

نہ زباں میں طاقتِ گفتگو نہ نظر میں تابِ جمال ہے
ترے سامنے ہی لقا مر گئے بھول سارے ہی چوکڑی

وہ چلے تو سارا جہاں چلا وہ تھمے تو سارا جہاں تھما
اسی سمت مڑ گئے سب کے سب وہ نگاہِ ناز جدھر مڑی

ترے عشق نے مجھے کر دیا ہے تباہ پھر بھی ہوں خوش بہت
گو کہ دیکھ دیکھ کے کہہ رہا ہے ہر ایک شخص تھڑی تھڑی

بلا ان کے دن بھی پہاڑ ہے کسی طرح کاٹے نہ کٹ سکے
کٹی دم کے دم میں طویل شب جونہی ان کی بات کوئی چھڑی

یہ مقامِ عشق بھی ساحرا ہے عجب مقام کہ جس جگہ
نہ تو بادشاہ کا بس چلا نہ کسی گدا کی چلی اڑی

☆☆☆

غزل (۴)

عشق کے مستقر میں احسن کی رہگزر سے بچ
چپکے سے دل جو چھین لے پہلو سے اس نظر سے بچ

پیچ بہ پیچ خم بہ خم سانپ ہے یہ خدا قسم
کاٹے تو لہر بھی نہ آئے گیسوئے تا کمر سے بچ

ہو کے شہیدِ تیغِ ناز زندگیِ دوام لے
چوٹ نہ کھا گھڑی گھڑی روز کے دردِ سر سے بچ

تیری تو کیا مجال ہے سارا جہاں پھنک اٹھے
خیر منا جمال یار سوزشِ چشمِ تر سے بچ

تیغ کے وار سے نہ بھاگ تیر کے زخم سے نہ ڈر
جان اگر عزیز ہے نالۂ زود اثر سے بچ

دامنِ گل کو تار تار ساتھ کے خار نے کیا
غیروں سے کچھ جھجک نہ کر اپنوں کے شور وشر سے بچ

دشمنِ ہوشمند سے ساحؔر کوئی نہیں ڈر
بچ میری جاں عزیز جاں یاریِ بدنظر سے بچ

غزل (۵)

جتنا جی چاہے مری راہ میں کانٹے بو لے
پھول بن جائیں گے حق میں مرے ہولے ہولے

کیا بگاڑیں گی بلائیں بھلا اس کا، جس کا
عرش والے کے بھروسے پہ سفینہ ڈولے

قتل کر کے مجھے او ناز سے جانے والے
تیرے دامن پہ مرا خونِ وفا ہے دھولے

عشق میرا ترے چہرے سے عیاں ہے کہ نہیں
جادو کہتے ہیں اسے سر پہ جو چڑھ کر بولے

چور ہو جائے کوئی آئینہ دل کا جس سے
بول کیوں ایسے زباں سے کوئی انساں بولے

جان لے مال لے یہ ہوش وخرد لے دل لے
مسکرا دے ذرا جو چاہے ترا دل سو لے

کس کا کس کا دل وایمان ہے چھینا اس نے
رازِ سربستہ کوئی کیا سرِ محفل کھولے

دیکھ کر شوقِ طلب جذبۂ دل کا میرے
رہنما بن گئے رہزن بھی بدل کر چولے

ہر طرف پھیل گئے عطر بداماں جلوے
وہ جو آ نکلے ادھر زلفِ معنبر کھولے

ایک جلوہ کے عوض فتنہ گرِ ہوش وخرد
ایک دل ایک جگر کم ہے تو آنکھیں دو لے
صبح دم حشر خدا جانے ہمارا کیا ہو
بیٹھ کر ساتھ مرے شمع سحر تک رو لے
بزمِ اغیار میں تنہا نہیں جانا اچھا
کم سے کم سایہ ہی کے ساتھ اَے دلبر ہو لے
میں تو داروئے شفا سمجھوں گا اس کو ساحرؔ
شوق سے زہر مرے جام میں ساقی گھولے

غزل (۶)

تیرِ مژگاں یونہی سینے میں چھپائے رکھئے
کچھ تو تسکین کا سامان بنائے رکھئے
جام مے دیں کہ نہ دیں آپ میں جھک جاؤں گا
آنکھ سے آنکھ تو کچھ دیر ملائے رکھئے
کارواں عشق کا گزرے گا اسی جانب سے
مشعلِ حُسن سرِ راہ جلائے رکھئے
کیا تعجب کہ غلط راہ نکل کر دھرلے
دل کے ارمان کو دل ہی میں دبائے رکھئے
دل کی دیرینہ تمناؤں کی منزل ہے یہی
اپنی آنکھوں کے جھروکوں کو سجائے رکھئے
رہ نور صحرا کوئی تھکا ہارا ہوا
سایۂ زلف میں بیٹھے تو بٹھائے رکھئے
ان کے سلجھاؤ سے الجھن میں اضافہ ہوگا
منت شانہ سے گیسو کو بچائے رکھئے
کیا خبر پھر دل دیوانہ مچلنے لگ جائے
حشر میں اچھا ہے چہرے کو چھپائے رکھئے

☆☆☆

غزل (۷)

اچھا ہے ان کو ہو نہ علم شب مری کس طرح کٹی
عالم انتظار میں آنکھ نہ راہ سے ہٹی

مرنے کا حق تھا جس طرح کچھ بھی ادا نہ ہو سکا
مرنے کو ساری کائنات حسنِ ادا پہ مر مٹی
چہرہ سے اٹھتے ہی نقاب جلووں کے ازدحام سے
دنیا چمک اٹھی تمام ہوگئی صبح پو پھٹی
تیرے بغیر کیا کہوں گلشنِ دل کی کیفیت
شامِ بہار ہے اُداس صبحِ طرب لٹی لٹی
چاندنی شب میں جھومتے تیرے خرام ناز سے
باغ وبہار بن گئی راہِ جہاں گھسی پٹی
تیرے فراق میں عجب حالِ تباہ ہے مرا
صحرا سے پیار ہوگیا صحبتِ میکدہ چھٹی
جینے کے اہتمام میں ساؔحر رہے تمام عمر
بڑھنا تو اک طرف رہا مدتِ زندگی گھٹی

غزل (۸)

آرہا ہے مرا محبوب سویرے کی طرح
زلف بکھری ہوئی ہے رخ پہ اندھیرے کی طرح

عاشقِ زار کی بدحالی کی حالت مت پوچھ
جسم سونلا گیا صحرا میں مچھیرے کی طرح
پاؤں میں خارِ مغیلاں ہےتو دل میں غمِ خار
خون جاری ہے نگاہوں سے تریرے کی طرح
تار ہے جیب وگریباں کی طرح دامنِ ہوش
دھجیاں اڑتی ہیں ہر سمت پھریرے کی طرح
دیدہ ودل بھی لئے جاتا ہے اپنے ہمراہ
منزلِ دل میں جو آیا تھا لٹیرے کی طرح
شیش محلوں نے کوئی سعی اٹھا رکھی نہیں
دل کشی پا نہ سکے لیلی کے ڈیرے کی طرح
موہ لے شریں کلامی سے جہاں کو ساؔحر
گفتگو میں رہے برتاؤ ٹھٹھیرے کی طرح

غزل (۹)

رخ پہ گیسو ترے بل کھائے ہوئے البیلے
سانپ مہتاب سے ہے آنکھ مچولی کھیلے

زلفِ پُر پیچ کے پھندوں سے نکل چل اے دل
عمر بھر کون شب وروز مصیبت جھیلے
تیری الفت نے بڑھایا مرا اعزاز اتنا
گالیاں دے ہے کوئی مارے ہے کوئی ڈھیلے
آؤ ہنس بول لیں کل جانے کہاں کون رہے
دائمی ہوتے نہیں جانِ جہاں یہ میلے
لے لے یہ جنسِ گراں قدر پس وپیش نہ کر
جس جگہ جیسے ملے درد محبت لیلے
حسنِ معصوم سے کہدے کوئی مغموم نہ ہو
کھیلنے کے لئے دل چاہیے ہے گر مجھ سے لے
محفلِ حسن کے جلووں کی تمنا کرے جو
پہلے وہ آنکھ میں کچھ طور کا سرمہ دے لے
تیرِ مژگاں جو تری سمت چلے ہیں ساؔحر
ان کے بوسے بلا تمہید ابھی دل سے لے

غزل (۱۰)

رکتا ہے تو لگتا ہے اچھا چلتا ہے تو اچھا لگتا ہے

جاوے ہے تو کلفت ہوتی ہے آوے تو اچنبھا لگتا ہے
کھانسے ہے لگتا ہے اچھا تھوکے ہے تو اچھا لگتا ہے
ہر ایک ادا ہے اس کی حسیں ہر ناز انوکھا لگتا ہے
ہر قسم کی ضد کا مجموعہ اک ذات ہے جانِ عالم کی
خوش ہوئے تو پانی جیسا ہے ناخوش ہو تو شعلہ لگتا ہے
بیمار پہ صحت سو جاں سے ہوتی تصدق جسدم وہ
ماتھے پہ ہاتھ مرے رکھ کر کہتا ہے کہ کیسا لگتا ہے
وہ جا بھی چکے کب کے لیکن ماحول معطر ہے اب تک
جیسے وہ سراپا محفل میں موجود ہیں ایسا لگتا ہے
اے سالکِ عشق کی منزل میں تکلیف بھی ہے آرام بھی ہے
آغاز ہے میٹھا میٹھا سا انجام سو کڑوا لگتا ہے
ہنس ہنس کے تیرِ نگہ سے وہ کر دیتا ہے چھلنی سینے کو
سیرت میں سراپا ظالم ہے صورت میں مسیحا لگتا ہے

جاتا ہے وہ سیرِ گل کیلئے جس وقت سحر گہ گلشن میں
پھولوں میں پھول سا لگتا ہے غنچوں میں غنچہ لگتا ہے

چاہا جس دل کو مسل ڈالا اور جس کو چاہا توڑ دیا

ہر ایک کے دل پر اے ساؔحر قبضہ تو اسی کا لگتا ہے

غزل (۱۱)

جو سجدہ ریا سے مبرا نہیں ہے

فقط ننگ سجدہ ہے سجدہ نہیں ہے

بتاتا ہے مڑ کر مری سمت تکنا
جدائی انھیں بھی گوارا نہیں ہے

مری بیکلی پر مسرت ہے ان کو
دل ان کا ٹٹولا تو ایسا نہیں ہے

کبھی ان کے پیچھے کبھی دائیں بائیں
مرا جسم لاغر ہے سایہ نہیں ہے

گیا ان کے پیچھے مرا دل سحر کو
ہوئی شام اب تک وہ لوٹا نہیں ہے

خم وپیچِ کاکُل سے اے قلب مضطر
نکلنے کا اب کوئی رستہ نہیں ہے

چلے ہیں چلے جائیں دامن چھڑا کر
مگر یہ محبت کا شیوہ نہیں ہے

سرِ راہ روکا تو وہ ہنس کے بولے
تخاطب کا تجھ کو سلیقہ نہیں ہے

ہو گلشن کہ صحرا حسینوں کے دم سے
کہاں فتنۂ حشر برپا نہیں ہے

مزا زندگی کا وہ جانے بھلا کیا
جو دردِ محبت کا مارا نہیں ہے

مرے دل کو ٹھکرا کے اس کا یہ کہنا
کبھی تھا مرا اب یہ میرا نہیں ہے

ترے نام سے جڑ گیا نام میرا
کہیں بھی ترا ذکر تنہا نہیں ہے

شرابِ محبت سے سرشار ہوں میں
قدم اس لئے بہکا بہکا نہیں ہے

کھلا رہتا ہے دل کا دروازہ ہر دم
حسینوں کا کوئی دریچہ نہیں ہے

سنانے میں کیوں ہچکچاہٹ ہے ساحؔر
مری موت کا تو سندیسہ نہیں ہے

☆☆☆

غزل (۱۲)

جفا کی مجھ پہ زحمت کررہے ہیں

بطرزِ نو عنایت کررہے ہیں
اُدھر انگڑائی چپکے چپکے لے کر
اِدھر برپا قیامت کررہے ہیں
ہے جن کا جامۂ احرام بھی تر
وہی مجھ کو نصیحت کررہے ہیں
مجھ ہی سے سیکھ کر آداب محفل
مجھ ہی پر اب حکومت کررہے ہیں
نگاہوں سے ہے دلجوئی نمایاں
مگر اظہارِ نفرت کررہے ہیں
وہ اپنی آنکھ کو کرتے نہیں منع
زمانے کو ملامت کررہے ہیں
نہ جانے کیوں وہ گم سم سے کھڑے ہیں
کہ آئینے بھی حیرت کررہے ہیں

سپرد خاک کرکے خود کو، زندہ
روایات محبت کررہے ہیں
ڈھلک کر صفحۂ داماں پہ آنسو
رقم شرح محبت کررہے ہیں

جدائی کا یہ عالم کوئی دیکھے
لپٹ کر مجھ کو رخصت کررہے ہیں
وہ اپنے دوش پر لہرا کے گیسو
بپا آفت پہ آفت کررہے ہیں
نگاہ ناز سے جادو جگا کر
دلوں میں عام چاہت کررہے ہیں
بھری محفل میں دے کر جام ساحؔر
وہ پھر تجدید الفت کررہے ہیں

غزل (۱۳)

ملا کرتی ہیں روزانہ نگاہیں

دیا کرتی ہیں عصرانہ نگاہیں
زباں خاموش ہوجاتی ہے جس دم
تو بن جاتی ہیں افسانہ نگاہیں
وہ کیا جانے گا میخانہ کی قیمت
ہیں جس کے حق میں میخانہ نگاہیں
ہزاروں میکدے بھی کر نہ پائے
جو کر گزریں کریمانہ نگاہیں
قیامت اٹھ کھڑی ہوتی ہے جب وہ
جھکاتے ہیں سقیمانہ نگاہیں
وہ آئیں میری ویرانی نہ دیکھیں
بنیں گی ان کا کاشانہ نگاہیں
تصنع بو الہوس کا ہے کہ پھِسلن
پھِسَل جاتی ہیں بچکانہ نگاہیں

مقدر اوج پر اس کا ہے جس کو
پلائیں بھر کے پیمانہ نگاہیں
مری تقدیر کھُل جائے گی ساحؔر
جولے لیں دل کا نذرانہ نگاہیں

غزل (۱۴)

حسن پہ اسکے نہ جا ہے دشمن جاں پھینکدے

پھینک دے نادان مار زلف پیچاں پھینک دے

یہ صباحت یہ ملاحت دیکھ لے زاہد اگر
صبح خنداں کو بھلا بیٹھے نمکداں پھینک دے

مصحف رخ کی تلاوت ہر گھڑی ہر آن کر
صاحب ایماں ہے تو طومار ارماں پھینک دے

جلوۂ محبوب کا کرنے نظارہ وقت ہے
اے عروس گل ردائے ماہ تاباں پھینک دے

منزل جاناں سے خاص الخاص نسبت ہے اُسے
کس طرح آخر کوئی خار مغیلاں پھینک دے

جانے کب سے منتظر ہے راستہ میں یہ غریب
خار کے دامن میں کچھ تار گریباں پھینک دے

باعث فتنہ بنے گا راہ میں لڑھکا ہوا
لاشئہ دل کو سوئے چاہ زنخداں پھینک دے

دست ساقی سے ملے جام ہلا ہل بھی تو پی
دشمن جاں دے تجھے گر آب حیواں پھینک دے

آتش الفت میں دل بھن جائے ساحؔر ہر طرح
کیا تعجب وہ کباب نیم بریاں پھینک دے

غزل (۱۵)

رہ نوردی کیا ہے الفت آشنا سے پوچھئے

عاشقِ گلزارِ کوئے مصطفیٰ سے پوچھئے
ساحلِ امید پر کشتی لگادی کس طرح
ناخدا کی شان گردابِ بلا سے پوچھئے
چوٹ کھا کر چوٹ پر الفت میں ہنستے ہی رہے
زخم کی لذت بلالِ با صفا سے پوچھئے
صدق پر انکے گواہی صدقِ دل سے دیں گے سب
آشنا سے پوچھئے نا آشنا سے پوچھئے
سن کے آنے کی خبر اہلِ مدینہ کی خوشی
راستہ میں فرشِ چشمِ مدعا سے پوچھئے
اخلص واقرب کہاں اور احسن واکرم کبھی
عظمتِ صدیقِ اکبر مرتضیٰ سے پوچھئے
گردنیں خود کٹ کے گر جاتی تھیں تیور دیکھ کر
سطوتِ فاروق میدانِ دفا سے پوچھئے

لے لیا بوسہ جبیں کا آسماں نے جھک کے خود
شوکتِ سجدہ زمینِ کر بلا سے پوچھئے
وقت بیعت ہاتھ کو اپنے کہا عثماں کا ہاتھ
شانِ ذی النورین فخرِ انبیاء سے پوچھئے

ہو نہ جائے مرتضیٰ کا سجدۂ الفت قضا
لوٹ کر سورج چلا آیا فضا سے پوچھئے
چاک سینہ کر کے الفت کا دیا بڑھ کر ثبوت
چاند کیوں شق ہوگیا اہلِ وفا سے پوچھئے
راستہ فردوس کا قرآن نے بتلادیا
ہو کھٹک ساحرؔ تو اصحابِ ہدیٰ سے پوچھئے

غزل (۱۶)

فاران کے نظارے ہر سمت مچلتے ہیں

ذرے بھی مہ واختر بن بن کے نکلتے ہیں
اے تشنہ لبو! آؤ پیاس اپنی بجھا جاؤ
چشمے مئے عرفاں کے دن رات اُبلتے ہیں
اے جامعہ اسلامیّہ یہ تیری چمن بندی
شاداب ہے جاں جس سے دل جس سے بہلتے ہیں
حدثنا کی آوازیں اور زمزمے قرآں کے
بچوں کی زبانوں سے ہر وقت نکلتے ہیں
شاہوں کے بھی ایواں میں ہوتا ہے بپا محشر
آقا کے گدا تیور جس وقت بدلتے ہیں
آقائے مدنیہ کے دیوانوں کا کیا کہنا
اک شان سے رکتے ہیں اک شان سے چلتے ہیں
عشقِ شہِ بطحی میں دکھ درد بھی نعمت ہے
جو ان سے ہیں وابستہ غم پا کے بہلتے ہیں

کرلیتے ہیں خود پیدا راہیں بھی نکلنے کی
سینے میں مسلماں کے ارمان جو پلتے ہیں
رستے ہیں کہ روشن ہیں منزل بھی فروزاں ہے
ہر سمت دئے ایسے عرفان کے جلتے ہیں

تعلیم کے نعرہ کو اے جامعہ سن سن کے
سینہ میں جہالت کے دل ہے کہ دہلتے ہیں
ترتیل کی تاثیریں کیا جانئے کیا کیا ہیں
ہوجاتی ہیں نم آنکھیں اور دل بھی پگھلتے ہیں
عالم کو سجا دیں گے یوں ناز کرے برسوں
اخلاق کے سانچوں میں آئینے جو ڈھلتے ہیں
محرومیٔ قسمت کا بے جا ہے گلہ ساؔحر
ہو آیا ہے ایسا بھی گر کر ہی سنبھلتے ہیں
نبی کا ہے جو شیدائی صحابہ کا جو پیرو ہے
مزا ہے اسکے مرنے میں تو جاں ہے اس کے جینے میں
کرم نے ان کے ساؔحر لیا آغوشی میں بڑھ کر
قرینہ تھا کہاں ایسا کوئی اس بے قرینے میں

غزل (۱۷)

نامِ شافعِ محشر نقش جس کے دل پر ہے

سلسبیل اس کی ہے اس کا حوض کوثر ہے
جھومتے ہیں خوش ہو کر اہل بزم مستی میں
کس قدر مدینے کا ذکر روح پرور ہے
کیا مجال طوفاں کی روک دے مرا راستہ
ناخدا سفینے کا نام پاک سرور ہے
آ گیا ہے کیا جھونکا اس طرف پسینے کا
بام و در مہکتے ہیں ہر گلی معطر ہے
جبرئیل سدرہ پر ہو کے با ادب بولے
آگے جانے سے عاجز اب تو میرا شہپر ہے
کیا بگاڑے گی آخر روزِ حشر کی گرمی
کملی والے کا دامن عاصیوں کے سر پر ہے
خاتمِ رسولاں کا جو کہ دل سے پیرو ہے
بام عرش پر اس کا بالیقیں مقدر ہے
ذرہ ذرہ طیبہ کا آفتاب ہے ساحؔر
جس کے نور سے روشن بزمِ ماہ واختر ہے

غزل (۱۸)

میں جو بہرِ سرمہ خاکِ آستاں لینے لگا
بوسہ نقشِ پا کا جھک کر آسماں لینے لگا
کچھ عجب تاثیر ہی ہے ان کی ہر اک بات میں
سارا عالم آ کے لطفِ داستاں لینے لگا
بحرِ ہستی میں سہارا جب نہ آیا کوئی کام
کام ان کے نام سے ہر نیم جاں لینے لگا
جب کوئی جھونکا پسینے کا مدینے سے چلا
عطر کا سامان ہر ہر گلستاں لینے لگا
حاجیوں کے پاؤں تک دیکھا رسائی ہے محال
بوسہ کشتی ہی کا بحرِ بیکراں لینے لگا
ابر نے سایہ کیا پنکھا ہواؤں نے جھلا
دم جو تھم کر زائروں کا کارواں لینے لگا
الفتِ دیں چپکے چپکے دل میں گھر کرنے لگی
ہر مسلماں روز وشب درسِ اذاں لینے لگا

جذبۂ تعمیلِ فرمانِ رسالت کچھ نہ پوچھ
صفِّ اول میں جگہ ہر نوجواں لینے لگا
حوصلہ کی بات ہے خود بڑھ کے ساحؔر آشیاں

امتحانِ ہمتِ برقِ تپاں لینے لگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظمیں

شیخ الاسلام سید حسن احمد مدنیؒ کے اسوۂ رسول کے آئینے میں

بہت آساں ہے فارابی کی منطق نطق کی دولت
بہت آساں ہے ابن حزم و ابن رشد کی حکمت
بہت آسان ہے رازی کی نکتہ آفرینی بھی
ہے آساں بوعلی سینا کی یہ باریک بینی بھی
کہ یہ ثمرہ ہے بچکر خلق سے گوشہ نشینی کا
کہ یہ ثمرہ ہے ذہنِ خاص کی باریک بینی کا
کہ یہ ثمرہ ذکی الطّبع لوگوں کے ذکا کا ہے
نتیجہ طبعِ موزوں کا ہے اور فکرِ رسا کا ہے
ہے کیا شے ترکِ دنیا زہد کیا ہے اور تصوف کیا
ہے کیا عزلت نشینی گوشہ گیری اور تقشّف کیا
بہانہ ہے یہ دنیاوی جھمیلوں سے جدائی کا
یہ نسخہ فارغ البالی کا ہے سہل الحصول اچھا

بہت آساں ہے ہو کر معتکف یہ لطف اندوزی
بہت پر لطف ہے کشف و کرامت کی یہ یکجہتی
یہ جذبہ قطعِ دنیا کا بہت ہے خوشگوار ہمدم

نہ جینے کی مسرت اور نہ مرنے کا کسی کے غم
بہت اچھا ہے گوشہ خانقاہوں کی عمارت کا
ہے آساں مسندِ تدریس پر یہ درس حکمت کا
بہت آسان ہے یوں خواب کی تعبیر فرمانا
بہت آساں ہے سلجھی بات میں لوگوں کو الجھانا
ہے سب آسان ہی آساں تو پھر دشوار ہے کیا شے
کوئی پوچھے تو بتلاؤں وہ مشکل مرحلہ یہ ہے
بتاؤں گا بہت مشکل ہے خدمت نوع انساں کی
اور اس کے ساتھ ہی پوری رعایت حق رحما کی
توجہ ذات حق کو سمت ہو اور زہد و تقویٰ بھی
ہو اس کے ساتھ غم خواری و ہمدردی غربا بھی
خلش ہو دل میں سینے میں ہو کچھ سوز و گداز ایسا
جو کھینچے جانب مسجد ابھارے جذبۂ سجدہ

کبھی وہ حلقۂ تدریس میں بھی کھینچ کر لائے
کبھی منبر پہ بہرِ خطبۂ وارشاد بیٹھائے
کھڑا ہو جائے جو سلطانِ جائر کے مقابل میں
کرے اعلانِ حق ایمان کی دولت لئے دل میں
سیاسی گتھیوں کو ہوش کے ناخن سے سلجھائے

لگا کر جان کی بازی جو حق لینے پہ تل جائے
تقاضا دین کا ہو تو لٹائے جان وتن فوراً
چلے بے ساختہ پھر جانبِ دارو رسن فوراً
پکارے گر کوئی مقہور چشمِ گردش دوراں
کرے تسکین کا ساماں بتائے درد کا درماں
ضرورت ملک و ملت کی اسے گر یاد فرمائے
کفن باندھے ہوئے سر سے وہ اپنے بےخطر آئے
کوئی بیوہ کوئی مفلس ہو اپنا یا کہ بیگانہ
مصیبت میں بلائے تو مدد کو بے جھجک جانا
ضرورت رزگلہ میں ہو تو واں خم ٹھونک کر پہونچے
صدا اَہل مِن مّبارز کی لگا کر سر بسر پہونچے
پکارے گر وطن تو بے تردد رجز خواں نکلے
کہ جس کے دیکھ کر تیور جفا پیشوں کی جاں نکلے
وہ جذبہ جو کبھی سنوائے خود اپنوں ہی کی گالی
وہ گالی جو سراسر ہے دلوں کو چیرنے والی
وہ جذبہ جو کبھی پابند کر کے جیل لے جائے
وہ جذبہ ضرب جو جلاد کے ہاتھوں سے کھلوائے
وہ جذبہ جو کہ زنجیر وسلاسل کا کرے خوگر
جو زنداں کو لگائے اپنے سینے سے سدا بڑھ کر

جوشب میں سامنے مولیٰ کے اپنے سر کو خم کردے
دعاؤں میں وفود بندگی سے آنکھ نم کردے
وہ جذبہ جو کہ دن میں خلق کی خدمت میں لگوائے
عبادت میں لگا کر رات میں مولیٰ کی جگوائے
حضورِ حضرتِ حق شانہ جو مثلِ راہب کے
دعاء میں اور استغفار میں رو کر سحر کردے
بغیر شک بہت مشکل ہے خدمت نوع انساں کی
بغیر شک بہت مشکل ہے ہمدردی مسلماں کی
بغیر شک بہت مشکل ہے میٹھے خواب کا چھٹنا
بہت مشکل ہے بیشک محفل احباب کا چھٹنا
بغیر شک بہت مشکل ہے شب میں سجدہ ریزی یہ
بغیر شک بہت مشکل ہے ہمدم صبح خیزی یہ
بہت مشکل ہے یہ تسبیح اور تہلیل کا عالم
اور اس کے ساتھ ہی تعلیم اور تبلیغ کا دم خم
سیاسی محفلوں جلسوں جلوسوں میں بھی ہے شرکت
لئے جاتا ہے دینی مجلسوں میں جذبۂ دعوت
کمی ہونے نہ پائے طاعتِ معبود میں کوئی
ادھر مہماں کی بھی ہوتی رہے ہر طرح دلجوئی
اسی پر بس نہیں جب لوگ محوِ خواب ہوتے ہیں

تھکن دن بھر کی بحرِ عیش وراحت میں ڈبوتے ہیں
کبھی ہنس بول کر بچوں سے غم کرتے ہیں دور اپنا
چھلکتا دیکھتے ہیں ساغرِ کیف و سُرور اپنا
مزے آرامگاہوں میں اٹھاتے ہیں مسرت کے
صحیفے خلوتوں میں جا کے پڑھتے ہیں محبت کے
سدا سینے میں اپنے جذبۂ احساس کو لے کر
صعوباتِ سفر برداشت کرتا رہتا ہے اکثر
مطالعہ بھی کتابوں کا اس ہنگامہ میں جاری ہے
نئے مضموں جو لکھتے ہیں قلم پر وجد طاری ہے
کبھی مشغولِ طاعت ہے کبھی ہے محوِ خدمت میں
کبھی عرض و نیازِ شوق ہے دربارِ رحمت میں
مناجات و دعا ہے عاجزی ہے چشمِ گریاں ہے
غمِ سوزاں سے دل سینے کی پہنائی میں بریاں ہے
نمازِ شوق کے سجدے خشوعِ خاص کے حامل
پشیماں جس سے ہے یہ زاہدانِ خشک کی محفل
یہی دشوار اُسوہ ہے یہی دشوار سُنّت ہے
وراثت انبیاء کی ہے یہی انمول دولت ہے
بفحوائے حدیثِ پاک وہ افضل ہے اور اعظم
جو مخلوقِ خدا کی خیر خواہی میں رہے ہر دم

ہے دربارِ محمد مصطفیٰ میں قابلِ عزت
وہی جو پاک جذبہ سے کرے انسان کی خدمت
وہی محبوب محبوبِ خدا کا ہے زمانے میں
مٹا دے خود کو جو سنت پیمبر کی جگانے میں
وہ شیخِ وقت پیرو مصطفیٰ کا کون ہے ہمدم
محبِّ خاص اصحابِ ہدیٰ کا کون ہے ہمدم
صداقت کا علم لہرانے والا رہبرِ کامل
جگہ دیتے ہیں جسکو شوق سے آنکھوں میں اہلِ دل
ہے آخر کون جسکی زندگی ہے باعثِ عبرت
ٹپکتی ہے ہر اک حرکت سے جسکی الفتِ سنت
نطاقِ فضل سے بھی ہیں فضائل جسکے افزوں تر
شرافت ہے فدا سو جان سے جسکی شرافت پر
علومِ مصحفِ قرآن سے معمور ہے سینہ
مجلی سینۂ صافی ہے جس کا رشکِ آئینہ
وہ ہے ذاتِ گرامی نام ہے جس کا حسین احمد
حدیثِ مصطفیٰ کا راز داں ہے فخرِ ابِّ وجد
ہے جس کا نامِ نامی زیبِ عنواں اس زمانے میں
ضیا افگن ہے مثلِ ماہِ تاباں اس زمانے میں
زہے دارالعلومِ دیوبند اے مادرِ علمی

نصیبہ ہے ترا اقبال مند اے مادرِ علمی
ہے زیبِ مسندِ تدریس تجھ میں وہ حسین احمد
کہ جس کے بحرِ علم وفضل کی ملتی نہیں سرحد
مجدد وقت کا قطبِ زمانہ مل گیا تجھ کو
جو زلفِ روح سلجھائے وہ شانہ مل گیا تجھ کو
کرے تو ناز جتنا جس قدر سب ختم تجھ پر ہے
غنی قسمت ہے تیری اوج پر تیرا مقدر ہے
نہ طے پر پائیگا یہ میدانِ وصفِ بیکراں ساحرؔ
فضائل غیر متناہی ہیں، شیلہ بز قلم قاصر

تذکرہ

تذکرہ ہوتا رہے مردِ خدا کا تذکرہ
حُسن سیرت کا بیاں، صدق وصفا کا تذکرہ

خدمتِ انسانیت شیوہ تھا جس کا ہر نفس
چھیڑ پھر ہمدم اسی غم آشنا کا تذکرہ
نور سے معمور ہوجاتی ہے دل کی کائنات
لب پہ آجاتا ہے جب اس باصفا کا تذکرہ
فقر میں وہ شانِ استغنا کے سب ہیں دم بخود
خود غنا کے لب پہ ہے اس کی غنا کا تذکرہ
کر رہی ہے شام سے صبحِ منوّر آج بھی
چپکے چپکے کان میں سوزِ دعا کا تذکرہ
ہنس کے طوفانِ مصائب سے گزر جاتا تھا جو
لب پہ لاتا بھی نہیں جَور وجفا کا تذکرہ
قالَ قالَ کی سرور افزا نوائے کیف بار
ہر گھڑی بس تھا حدیثِ مصطفیٰ کا تذکرہ

رات کی خاموشیوں میں سجدہ ریزی کے مزے
صبح کی تنویر میں خیر الوریٰ کا تذکرہ
گو نہیں ہم میں مگر ہر سُو ہزاروں اہلِ علم
کر رہے ہیں آج بھی علم الہدیٰ کا تذکرہ
گوشۂ زنداں کو بخشا جس نے سجدوں کا فروغ

ہے وہاں بھی ان کے ذِکر بے ریا کا تذکرہ
ہوش اُڑ جاتے تھے ساحر جور استبداد کے
سُن کے اُن کے خطبۂ ہمّت فزا کا تذکرہ

قیام دارالعلوم دیوبند

ہوگئی شمعِ فروزانِ شبستاں مدھم
ہوگئی محفلِ یارانِ طریقت برھم

ره گیا ٹوٹ کے پندارِ جہاں بانی بھی
مل گیا خاک میں اقبال ایازِ بے غم
گر گئے منزلِ عرفاں کے منارے سارے
مٹ گئے نقشِ کفِ پائے محبت ہمدم
صحنِ گلشن پہ گماں ہونے لگا صحرا کا
اٹھتے رہتے ہیں کچھ اس طرح بگولے پیہم
جسم پہ ان کے نہیں گاڑھے کا پیراہن بھی
بار جن سیم تنوں پر تھا کبھی خود ریشم
بار در بار میں مشکل سے جنھیں ملتا تھا
ان کی چوکھٹ پہ شہنشاہ کا اعزاز ہے خم
بے سہاروں کا سہارا جو بنا کرتے تھے
خود انھیں ڈھونڈے سے ملتا نہیں کوئی ہمدم

چھونپڑے پائے نہیں سر کو چھپانے کے لئے
لال قلعہ کا جو دیکھے تھے ہمیشہ چم خم
بائبل درس میں داخل ہے ہر اک کالج کے
دینِ تثلیث دکھاتا ہے برابر دم خم
آگ ہر سمت برستی ہے جفا کاری کی

طاری ہر ایک پہ ہے نزع کا جیسے عالم
ملک وملت کا زبوں حال جو دیکھا ساحر
لیکے انگڑائی اٹھا جذبۂ قاسم اکدم
مدرسے جاری ہوئے حلقۂ عرفاں بھی جما
عزتِ نفس کا جذبہ بھی جواں ہونے لگا

نظم (۱)

عجب ہے موسم عجب سماں ہے ہوائے توحید چل رہی ہے
چھڑا ہے ذکرِ جمیل ان کا فضا سے مستی ابل رہی ہے

ہجوم ایسا سرور ایسا تسلسلِ ذکر ونور ایسا
قدم قدم پر ہر ایک جانب دلوں کی دنیا مچل رہی ہے
جمالِ فاراں سے لے کے صدقہ جگہ جگہ صفحۂ افق پر
ہے نور افگن جبیں سحر کی شبِ طلسمات ڈھل رہی ہے
شمیمِ طیبہ بسی ہوئی عطر میں پسینے کے ہے سراپا
بہار کو عطر میں بسا کر خزاں کی فطرت بدل رہی ہے
گدائے دربارِ مصطفیٰ نے جو بے نیازی سے بدلے تیور
دہل گئے خسروانِ عالم کہ خسروی خود دہل رہی ہے
جو اک قلندر نے ان کے در کے لگا کے اک نعرہ بدلی کروٹ
فلک بھی کروٹ بدل رہا ہے زمیں بھی کروٹ بدل رہی ہے
رہِ یقیں پر رواں دواں ہے بعزمِ محکم وہ بے تکلف
جو زندگی مدتوں سے پیہم اسیرِ لیت ولعل رہی ہے

فضائے بیت العلوم ہے رشکِ مطلعِ شام روم ہمدم
مئے شریعت نفس نفس ساغرِ محبت میں ڈھل رہی ہے
زمانہ نے بارہا یہ چاہا کہ اس کا رخ اپنی سَمت پھیرے
مگر یہ اس کی عظیم ہستی ہمیشہ ہی لم یزل رہی ہے
ہے مدتوں سے مریض ساحؔر نگاہِ لطف وکرم ادھر بھی

لبوں پہ اس کے دم آ کے اٹکا ہے نبض تھم تھم کے چل رہی ہے

نظم (۱)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پورہ رانی مبارکپور کے یہاں پڑھی گئی
بسلسلۂ توسیع مسجد جامع

آئے ہیں در پہ تیرے گدا لیکے اک ہوس
بنوا دے فرش، مسجدِ جامع کا ہمنفس
محراب کو بنادے مرقع نظر فریب
مینار پر لگادے فلک بوس اک کلس
چشمِ فلک جو دیکھے تو بس دیکھتی رہے
برسائے نور کہکشاں دیکھے نہ پیش وپس
دیوار و در کو آئینہ کی طرح دے جلا
ہمت نہ بیٹھنے کی کبھی کرسکے مگس
آٹھوں پہر فرشتے جمائے رہیں پَرا
خادم رہے کوئی نہ حفاظت کرے عسس
مینار سے اذان ہر اک سمت گونج کر
شیطان کے گروہ کو کردے تہس نہس

در پر قدم گداؤں نے جب ہے جمادیا
جھولی بھرے بغیر نہیں ہوں گے ٹس سے مس
اک مختصر سوال ہے گر اِذن ہو عطا
سَو سَو کے نوٹ بخش دیں عزت مآب دس

نظم (۲)

مسجدِ جامع کا ہے بس دھیان اٹھتے بیٹھتے
ایک خواہش ایک ہے ارمان اٹھتے بیٹھتے

ترانہ انجمن اصلاح اللسان

مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد، مئو

مسجد و محراب یہ انجمنِ اصلاحِ لساں، ہم طلبۂ دیں کا ارماں ہے
کی تعمیر کا ہم ہیں مہمانِ ختمِ رسل، تو یہ کاشانۂ مہماں ہے
ایماں کی حرارت سے دل کو، ہم گرم ہمیشہ رکھتے ہیں
تیور سے ہمارے، میداں میں، باطل ہے کہ لرزاں لرزاں ہے
تصدیقِ ابوبکرِ عاقل، انصافِ عمر، عثماں کی حیا
حیدر کی شجاعت کا جوہر، رگ رگ میں ہماری جولاں ہے
ہم بحرِ شریعت کے موتی، ہم زمزمہ خوانِ لاہوتی
ہم قاطعِ رسم طاغوتی، دہشت زدہ ہم سے شیطاں ہے
باطل کے لیے تیغِ بُرّاں، ہم برق تپاں شعلہ افشاں
سینوں میں نہاں جذبات جواں، ہاتھوں میں ہمارے قرآں ہے
قرآں کی تلاوت شام وسحر، دن رات باندازِ خوشتر
کرتا ہے یہاں ہر فردِ بشر، ہر ایک اسی میں کوشاں ہے
دنیا بھی سدھر جائے جس سے، عقبیٰ بھی سنور جائے جس سے
اس منبعِ علم وحکمت میں، واللہ سبھی کچھ ساماں ہے
اک روز فضائے عالم میں، چمکے گا مہِ کامل بن کر
جو منبعِ علم کی محفل میں، جگنو کی طرح سرگرداں ہے
ممنونِ کرم استاذ کے ہم، مرہون ہیں خیرآباد کے ہم
احسانِ فراواں سے جن کے، بھرپور ہمارا داماں ہے
یہ انجمنِ اصلاحِ لساں، ہم طلبۂ دیں کا ارماں ہے
ہم ہیں مہمانِ ختمِ رسل، تو یہ کاشانۂ مہماں ہے

سامان کچھ

کرتا جا اے صاحبِ ایمان اٹھتے بیٹھتے
پَٹ تجوری کا خدا کا نام لیکر کھولدے
جھولی بھرتا جا مری ہر آن اٹھتے بیٹھتے
میں گدا مسجد کا ہوں کاسہ میں میرے ڈالدے
جنگلا ساڑی شولڈر کچھ تھان اٹھتے بیٹھے
اللہ رے شانِ کرم فردوس میں کرتے ہیں آج
ذکر تیرا حور اور غلمان اٹھتے بیٹھتے
راہِ مولیٰ میں لُٹا کر مال و دولت سیم و زر
کرلے جنت کا بھی کچھ سامان اٹھتے بیٹھتے
خانۂ دل میں خدا کی یاد ہو آٹھوں پہر
اور زباں پر آیتِ قرآن اٹھتے بیٹھتے
دیکھ کر اک بھیڑ گردِ شمع پروانوں کی طرح
آگیا ساحرؔ خدا کی شان اٹھتے بیٹھتے

دلِ مُردہ نوائے حمد سے بیدار ہوجائے
لبِ الفت ثنائے احمدِ مختار ہوجائے
عملکے حسن سے روشن جبینِ قوم وملت ہو
تو پورا مدعائے شوخیِ گفتار ہوجائے

مثالِ حضرتِ صدیق وفاروق وغنی حیدر
ہر اک خُرد وکلاں کا پیکرِ کردار ہوجائے
صداقتِ حضرتِ صدیق کی فاروق کی سطوت
حیا عثماں کی زورِ حیدر کرّار ہوجائے
سفینہ قوم کا پا جائے استقرار کا ساحل
جو شکر اللہ سا طوفاں میں کھیونہار ہوجائے
دلِ زندہ الٰہی بخش کا، خو نعمتُ اللہ کی
نشاطِ عبدِ حق فولاد کی دیوار ہوجائے
نگاہِ فیض مولانا فقیر اللہ ہو ہمدم
ہو مشکل حل عنایت سا کوئی غمخوار ہوجائے
قدم بوسی کو آئیں گے فرشتے آسمانوں سے
سراپا خاکپائے سیدِ ابرار ہوجائے
کٹیں کٹ کے گریں بغض وحسد کی گردنیں دم میں
سرِ محفل رواں گر خلق کی دیوار ہوجائے

نگاہِ مردِ مومن کو خدا نے دی ہے وہ طاقت
مقابل اس کے شیشہ دو دمِ بیکار ہوجائے
لگاؤ ضرب الا اللہ کی اس طرح حق والو
کہ جل بھُن کے دلِ باطل فنا فی الغار ہوجائے

جِلا پاجائے ذوقِ پاک داماں سے یہ آئینہ
صفا کی ضَو میں غلطاں ہر نظر کا تار ہوجائے
جبینِ شوق کا رتبہ بڑھائے جا بڑھائے جا
کہ خود مشتاقِ سجدہ، آستانِ یار ہوجائے
بلالی شان وشوکت یوں اذاں کی لے میں ہو پیدا
صدا سُنتے ہی ہر اک شخص سجدہ بار ہوجائے
منارے خیرہ کردیں کہکشاں زادوں کی آنکھوں کو
تو سطحِ فرشِ رنگیں، غیرتِ گلزار ہوجائے
کمانِ گوشۂ محراب سے شیطان ہو حیراں
مُجلّہ مثلِ آئینہ در ودیوار ہوجائے
سرِ منبر خطیبِ با صفا جب حمد پیرا ہو
ملائک کی جماعت گوش بر آواز ہوجائے
تمنائیں تری یہ سب کی سب ہوجائیں گی پوری
جو متوجہ ذرا بھی جذبۂ ایثار ہوجائے

نظم (۳)

الجامعۃ الجازیہ کے تعلیمی افتتاح کے حسین موقع پر لکھی گئی

۵؍صفر المظفر ۱۴۰۳ھ بروز شنبہ

خدمتِ علم میں کچھ وقت بتالوں تو چلوں
آخرت کا کوئی سامان بنالوں تو چلوں
آرزووں کے گلستاں کے حسیں منظر کو
اپنی آنکھوں کے جھروکوں میں بسالوں تو چلوں
محفل ذکر ہے اور مجمع فرشتوں کا تمام
بیٹھ کے خود کو بھی نیکوں میں بنالوں تو چلوں
جامعہ ہے کہ یہ ہے دین کا مضبوط قلعہ
اس کی دیواروں کو ہر طرح سجالوں تو چلوں
آنے والوں کو نہ زحمت ہو کسی طرح کوئی
خس وخاشاک کو راہوں سے ہٹالوں تو چلوں
علم کا چشمۂ شیریں ہے رواں دیکھ ذرا
پی کے دو گھونٹ ہی پیاس اپنی بجھالوں تو چلوں

دین کے کام میں کچھ لوگ ہیں تن من سے لگے
ہاتھ کچھ چلتے ہوئے ان کا بٹالوں تو چلوں
کوئی اس بزم سے محروم نہیں جاتا ہے
سرور دیں کا یہ پیغام سنالوں تو چلوں

تیرگی چہل کی ہر سمت ہے پھیلی ساحرؔ
شمع ہر موڑ پر عرفاں کی جلالوں تو چلوں

نظم (۵)

قبلہ وکعبہ ایک ہے سب کا

روئے مصلی ایک ہے سب کا
مقصد اعلی ایک ہے سب کا
ایک ہے سب کا اصول

مسجد میں کھینچ کر سب آئیں
کندھے سے کندھے کو ملائیں
دل بھی دل سے ملتے جائیں
ہو وے دعا یہ قبول

تعمیرِ مسجد میں حصہ
جو بھی لے گا تھوڑا زیادہ
اس پر صبح وشام ہمیشہ
لطف کا ہو گا نزول

ایک ہے تیری میری منزل
تیرا حاصل میرا حاصل
آ ہم سب ہوجائیں اک دل
کانٹے ہوں گے پھول

الجھی گتھی کو سُلجھالے
در پہ گدا آئے ہیں دعا لے
کھول دے الماری کے تالے
خلد میں ہوگا نزول

نظم (٦)

مری مسجد کا حسنِ جاوداں بڑھتا ہی جائے گا
منارہ اس کا سوئے آسماں بڑھتا ہی جائے گا

کسی منزل پہ تھم جائے پہونچ کر ہو نہیں سکتا
کرم کا رفتہ رفتہ کارواں بڑھتا ہی جائے گا
عطا کا ہاتھ اٹھتا ہی رہے گا پے بہ پے یونہی
گدا کا بارِ بے وہم وگماں بڑھتا ہی جائے گا
نہاتے ہی رہیں گے بام ودر بخشش کے پانی سے
عطا کا جُود کا ابرِ رواں بڑھتا ہی جائے گا
بڑھانے کے لئے مسجد کا حسن وزیب تا وسعت
سخاوت میں ہر اک خُرد وکلاں بڑھتا ہی جائے گا
پئے تزئینِ فرش وحوضِ مسجد مثلِ بوئے گل
ہر اک دیندار ہو کے شادماں بڑھتا ہی جائے گا
تری داد ودہش کا دیکھ کر عالم سرِ محفل
ہمارا دامنِ عزت نشاں بڑھتا ہی جائے گا
ترا نغمہ بلندی اس کی ساحؔر چھو نہیں سکتی
گدا کی سمت دستِ زرفشاں بڑھتا ہی جائے گا

نظم (۷)

غمِ توسیعِ مسجد سے مری تقدیر لپٹی ہے

اسی باعث تو اس سے ہر طرح تدبیر لپٹی ہے
بہا کے خونِ فاسد دم کے دم میں اب تو دم لیگی
گلوئے جہل سے تعلیم کی شمشیر لپٹی ہے
اجالا ہی اجالا قبر سے تا حشر پھیلے گا
جبیں سے سجدۂ اخلاص کی تنویر لپٹی ہے
فرازِ عرش تک جائے گی اس کو راستہ دیدو
دعائے صبح گاہی سے مری تاثیر لپٹی ہے
الٰہی بخش وشکر اللہ نے جو خواب دیکھا تھا
اسی سے مسجدِ جامع کی اک تعبیر لپٹی ہے
خیالی نعمت الٰہی دل وجانِ فقیر اللہ
سعید وعبد حق کی حسرتِ دلگیر لپٹی ہے
گدائے مسجدِ جامع کی خاطر ہار بنتا ہے
کہیں بالی کہیں خالص سنہری بیر لپٹی ہے

غلافِ شوق ہے لپٹا ہوا جس طرح کعبہ سے
ردائے عائشہ سے آیتِ تطہیر لپٹی ہے
درو دیوار سے مینار سے محراب ومنبر سے
دعائے مرد وزن، سعیِ جوان وپیر لپٹی ہے

اٹھایا جارہا ہے جو قدم بھی جانبِ مسجد
بحکمِ شرع اس سے دائمی توقیر لپٹی ہے
ہماری مسجدِ جامع کا عالم ہے جدا ساحرؔ
حجازی سادگی سے زینتِ کشمیر لپٹی ہے

داد ودہش کا لطف بڑھانے کے واسطے
وقفہ سے چائے پان کا بھی سلسلہ رہے
دستِ عطا کا ربط ہے دستِ سوال سے
جب فاصلہ نہیں ہے تو کیوں فاصلہ رہے
ساحرؔ کا نغمہ جھوم کے گاتے رہیں سبھی
جب تک کرم نواز کا یہ در کھلا رہے

نظم (۸)

عاشقانِ ساقیِ کوثر چلے

پائے بوسی کو مہ واختر چلے
زینتِ مسجد بڑھانے کے لئے
دامنوں میں لیکے سیم وزر چلے
جب ضرورت آگئی تعمیر کی
پاس جو کچھ تھا نچھاور کر چلے
ساتھ حضرت کے صحابہ تھے تمام
جب بنانے وہ خدا کا گھر چلے
چل پڑے صدیق وعثمان وعمر
ساتھ ان کے فاتحِ خیبر چلے
جذبۂ ایثار وقربانی لئے
جھوم کے سلماں چلے بوذر چلے
کیا صہیبِ روم کیا حبشی بلال
سب ہتھیلی پر اٹھائے سر چلے

مال ودولت لیکے ہر ہر سمت سے
عاشقانِ مسجد وعمیر چلے
جامع مسجد کے گداؤں کے لئے
جھوم کے ہنسلی چلی جھومر چلے

جنگلا ساڑی تھان مردوں نے دئے
عورتوں کی سمت سے زیور چلے
نتھیا جھلنی دولہنوں نے دیدیا
گڈّی سو سو کی لئے شوہر چلے
بچے ہاتھوں میں لئے دس دس کا نوٹ
جھومتے مستی میں سوئے در چلے
شان مسجد کی بڑھانے کے لئے
لیکے ساؔحر اپنا شعرِ تر چلے

ترانۂ شاہی

مولانا محمد عثمان صاحب ساؔحر مبارکپوری مدرسہ شاہی کے ممتاز فاضل اور عربی وار دو ادب پر کامل عبور رکھتے ہیں، قاضی اطہر صاحب مبارکپوری کے درسی رفقاء میں ہیں، ایک مرتبہ مولانا علی میاں صاحب

ندوی مدظلہ نے آپ کے اشعار دیکھ کر فرمایا ''میں نہیں سمجھتا تھا کہ اس وقت بھی ہندوستان میں عربی ادب کا اتنا ستھرا ذوق رکھنے والے موجود ہیں'' ذیل میں آپ کا تحریر فرمودہ ''ترانہ شاہی'' پیش ہے۔

یہ مدرسۂ شاہی، اربابِ نظر کا ارماں ہے
ایمان ویقیں کا گنجینہ آئینۂ جلوۂ عرفاں ہے
یہ قلعۂ دینِ ختم رسل، گہوارۂ حکمتِ قرآں ہے
تصدیقِ ابوبکرِ انجب، عدلِ فاروقِ والا نسب
عثمانِ غنی کی خوئے حیا جو بیعتِ رضواں کے ہیں سبب
حیدؔر کی شجاعت کا جوہر، رگ رگ میں اسکی جولاں ہے
دانائے رموزِ قول نبیؐ، بینائے حقیقتِ وحیِ خفی!
جویائے رضائے ربِ علی، قربان طریقِ مصطفوی
اوراد سے ہے مسرور زباں اذکار سے دل بھی فرحاں ہے
قریہ قریہ کوچہ کوچہ ہے روشن روشن اس سے ہَوا
صحرا صحرا گلپوش چمن ہے مثل گلشن اس سے ہُوا
ذرہ ذرہ شب تاب گہر کی طرح زمیں پر غلطاں ہے
جگمگ جگمگ ہے راہ گزر ہر سو ہے پھر زرّیں چادر
دل گیر چمک، جاں سوز دمک، خیرہ خیرہ ہے چشمِ قمر
جلووں کی فراوانی اتنی خود کا ہکشاں بھی حراں ہے
اس مدرسۂ عالیّہ کا ہر فرد مجاہد ہوتا ہے

پابندِ عقائد رہتے ہوئے میدان میں قائد ہوتا ہے
کرتی ہے قیادت فخر اُسپر تعلیم بھی اُس پر نازاں ہے
فرزند اس مادرِ علمی کے زنجیر وسلاسل سے نہ ڈرے
بندوق کی گولی سے نہ دبے ہنگامۂ قاتل سے نہ ڈرے
شاہدان کی اس جرأت پر اب بھی دروازۂ زنداں ہے
ہیں مفتی کفایتؔ صاحب بھی اسکے نامی فرزندوں میں
مولانا محمد میاںؔ بھی ہیں اس کے جری دل بندوں میں
اٹھے تھے یہیں سے فخر الدین اس ملک پہ جنکا احساں ہے
ہاتھوں میں علَم آزادی کا ہے نغمۂ حریت لب پر
زنجیرِ غلامی ٹوٹے گی ہم توڑیں گے اس کو بڑھ کر
ثابت ہے قدم ہمت ہے جواں تائید میں نصرتِ یزداں ہے
مولانا محمد قاسمؔ ہیں اس مرکزِ علمی کے بانی
حق گوئی میں حق جوئی میں کوئی بھی نہیں جن کا ثانی
دنیا و دیں کی نعمت سے پُر ان کا گوشۂ داماں ہے

صہبائے ولی اللّٰہی سے سرشار ہمیشہ رہتے ہیں
اعلاء کلمۂ حق کے لئے تیار ہمیشہ رہتے ہیں
ہر وقت ترقی دیں کے لئے انصار سے عہد و پیماں ہے

کیا اس کو مٹائے گا کوئی ہے ربّ صمد جس کا حامی
تاریخ میں ثبت رہے گا سدا اور ریشمی رومالی نامی
انگریز کا دل ساحرؔ جس سے لرزیدہ تھا اب بھی لرزاں ہے

سہرا (۱)

محمد شاہد ولد حاجی شمس الدین بھوری کی شادی بنارس میں ہوئی

شاہدِ معظم کا شاندار ہے سہرا
انتخابِ گلکدۂ صد ہزار ہے سہرا
لائی گوندھکے مالن کس قدر نزاکت سے
فنِ حسن کاری پر خود نثار ہے سہرا
اس کی ضو فروشی پر ماہ وخور نچھاور ہیں
اپنی ذات سے اتنا تابدار ہے سہرا
بزمِ عطر آگیں ہے لوگ مست وبیخود ہیں
محفلِ محبت میں مشکبار ہے سہرا
گد گدا کے جاتی ہے دم بدم نسیمِ خوش
پھر بھی زچ نہیں ہوتا باوقار ہے سہرا
لے لیا ثریا نے چھپکے چپکے سے فوٹو
اصل یہ ہے اور اس کا مستعار ہے سہرا
سیکڑوں نگاروں کی محو انتظار آنکھیں
طالب زیارت ہیں مستزار ہے سہرا
دیکھو چاہے جس رخ سے گل ہی گل دکھائے گا
گل قبا وگلبدن وگلغذار ہے سہرا

چوم چوم پیشانی جھوم جھوم جاتا ہے
مستِ بادۂ نگہہِ انتظار سہرا ہے
ہے رئیسِ بسہم کا محور نظر یعنی

التفات صاحب کا اقتدار سہرا ہے
نور چشم شمس الدین انبساط صدر الدین
اور سلامت اللہ کے دل کا پیار سہرا ہے
مست رحمت اللہ ہیں شاد کام قمر الدین
سب کے دیدہ ودل کا بس قرار سہرا ہے
جھومتے ہیں ابرارِ باکمال خوش ہوکر
دلنواز اسرارِ جانثار سہرا ہے
مولوی سعید احمد ہاتھ اٹھا کے کہتے ہیں
دائمی محبت کا رشتہ دار سہرا ہے
مسکرا کے نوشادِ بامراد بھی بولے
ملکہ ہے محبت تو شہرِ یار سہرا ہے
مختصر عبارت میں عرض حال ہے ساحرؔ
جلوہ گاہ الفت کا راز دار سہرا ہے
ہر طرف سے ارباب ذوق ہیں دعا دیتے
مرحبا تعالی اللہ یاد گار سہرا ہے

سہرا (۲)

رخ اشفاق پر کیا جھومتا ہے خوب تر سہرا
نویدِ زندگی ہے ہمنشیں الفت اثر سہرا
ستارے پوچھتے ہیں غنچہ وگل سے گلستاں کے
کہاں سے مائیں لائی ہیں یہ آخر گوندھ کر سہرا
معطر ہیں فضائیں بام ودر جلوہ بداماں ہیں
مہک میں ہے گلِ تر اور چمک میں ہے گہر سہرا
معنبر جلوۂ شاداب کے ہر سو نظارے ہیں
ختن اندر ختن ہے بارشِ نورِ سحر سہرا
کہیں گل ہیں کہیں کلیاں کہیں موتی بھری لڑیاں
انوکھی شان سے ہمدم ہوا ہے جلوہ گر سہرا
کبھی اس کان میں آ کر کبھی اس کان میں آ کر
ہمیشہ دیتا رہتا ہے مسرت کی خبر سہرا
نمونہ ہے یہ اک صنعت گری کا دیکھنے والو
مرقع انگلیوں کا ہے کہ ہے کانِ ہنر سہرا

رخِ انور پہ تابانی پہ یوں پھولوں کی ارزانی
کلی اندر کلی ہے اور قمر اندر قمر سہرا
ہُوا کرتی ہے دوری جن دلوں میں حد سے بھی زیادہ

ملا کر کر دیا کرتا ہے بس شر وشکر سہرا
دلوں سے مرد وزن کے وسوسوں کو دور کرتا ہے
بنا ہے ہمنشینِ دل برائے رفعِ شر سہرا
دعائیں پھوپھی صاحب ہاتھ اٹھا کر دیتی جاتی ہیں
بھتیجے کے حسیں مکھڑے پہ ہمدم دیکھ کر سہرا
لبِ یونس دلِ انوار احمد کی دعا ہے یہ
معین الدین کی اک التجا ہے بختور سہرا
ہے ارمانِ دلِ الطاف حاجی غنچہ غنچہ میں
تو ابراہیم کا بھی مدعا ہے سر بسر سہرا
میاں احمد ہیں غرق شادمانی پاؤں سے سر تک
سرِ نوشہ پہ لہراتا ہُوا یوں دیکھ کر سہرا
خوشی سے عبدِ قادر بزم میں پھرتے ہیں لہراتے
بڑے بھائی کے سر پر دیکھ کر یہ معتبر سہرا
رہیں سب باپ بیٹے اور بھتیجے متحد ہو کر
زبانِ حال سے کہتا ہے قولِ با اثر سہرا

ترقی ہو الٰہی محسنِ دیں کی تجارت میں
دعا دیتا ہے بارم بار دل سے جھوم کر سہرا
تمام احباب چل پڑتے ہیں خوش ہو کر اسی جانب

خرامِ ناز فرماتا ہے اے ساحرؔ جدھر سہرا

یہ سہرا مولانا سعید احمد سلطان پوری آرگنائزر جمعیۃ علماء دہلی نے ایم۔ایچ احمد آباد سریش والے کے لئے لکھایا اور فریم میں پیش کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرثیہ

خادم قرآن حافظ رحمت اللہ رحمہ اللہ

۸/اپریل ۱۹۷۹ء بروز یکشنبہ ۷/بجے صبح انتقال ہوا، بعد نماز عصر نماز جنازہ مولانا احمد صاحب نے پڑھائی، نوناری مانی کلاں میں تدفین ہوئی۔

حفظِ آیات کا مشتاق دیانت کا امیں
سینۂ صاف ہے گہوارۂ قرآنِ مبیں
صبح ہو شام ہو دن ہو کہ شبِ آخر ہو
مشغلہ صرف تلاوت ہو باندازِ حسیں
سخت سردی ہو کہ گرمی کی تپش زہرہ گداز
درس کا سلسلہ جاری ہے کبھی رکتا نہیں
کبھی آگے کا سبق ہے کبھی آموختہ ہے
اور شبینہ کا کبھی نظم بصد عزم ویقیں
ہالے میں طلبہ کے ہر وقت ہی رہتا ہے گھرا
ماہ پر نور کی مانند وہ سجادہ نشیں

پیکرِ جوش عمل سعیِ مسلسل میں جواں

حاصلِ عمرِ گریزاں ہے فقط خدمتِ دیں
ہے بشاشت کی جھلک چہرہ کے آئینے میں
نور ترتیل کی تصویر ہے سیمائے جبیں
رحمت اللہ دلِ مدرسۂ عبدِ حیٔ
کرکے دنیا سے کنارا ہوا رحمت کے قریں
دستِ احباب سے دامن کو چھڑا کر وہ گیا
جانبِ باغ جناں یعنی سوئے خلدِ بریں
رنج وآلام کا مظہر ہے ہر اک پیر وجواں
غم میں ہیں غرق اعزّا تو ہیں شاگرد فریں
شاہ گنج اور جونپور گرینی سے تمام
مدرسہ والے امنڈ آئے ہوئی تنگ زمیں
ہے سراجِ صحن افروز کی لو کچھ مدھم
چاند گرہن سے مکدر ہے ستاروں کی جبیں
ہیں حسام اور ظفر اظہر واطہر حیراں
پاؤں رکھتے ہیں کہیں اور تو پڑتا ہے کہیں
دستِ شفقت جو اٹھا لے گا کسی مشفق کا
غم کی تصویر سراپا ہیں بنات اور بنیں

در ودیوار سے حسرت ہے برستی ہمدم

ہے مکاں سونا گیا اور کہیں اس کا مکیں
ساحرِ خستہ کرو خیرِ طلب ان کے لئے
انا للہ پڑھو چھوڑو چناں اور چنیں
نور سے قبر کو معمور کرے رب کریم
باغِ جنت کی طرف خیز ہوا آئے ہیں
دامن رحمت عالم کا ہوں ہاتھ یہ سر پر
نیک اعمال بنیں ان کے مددگار ومعیں

مرثیہ نظم

امامِ فن حکیم منظور احمد مرحوم جونپوری

یہ نظم حکیم منظور احمد صاحب جونپوری کی وفات پر متأثر ہوکر لکھی گئی

۱۶/اپریل ۱۹۷۷ء بروز پنجشنبہ ۱۱/بجے دن میں انتقال ہوا

۱۷/اپریل بعد نماز جمعہ تدفین ہوئی۔

عالمِ دینِ مبیں محفلِ صلحا کے امیر
رونق بزمِ مشاہیر طبیبوں کے مشیر
قاتلِ لشکرِ امراض قلم کی جنبش
گفتگو باعثِ تفریحِ دلِ برنا وپیر
نسخۂ تلخ شفا بخش نہ کیوں ہو ہمدم
فقرہ ہر ایک ہے آمیختۂ شکّر وشیر
نبض پر انگلی سے گھٹنے لگا بیماری کا دم
درد کا فور ہُوا دیکھتے ہی روئے منیر
پیکرِ خلق ووفا خندہ جبیں شیریں دہن
ہمدم خُرد وکلاں پاک نفس صاف ضمیر
شیوہ تھا لطف وکرم پیشہ طبابت تھا تو کیا
رکھتے تھے ربط سدا سب سے غنی ہوں یا فقیر

فن میں یکتائی بھی اک شان عجب رکھتی ہے
پائے بوس کیلئے آتے ہیں صوبوں کے وزیر
کام وہ قیمتی معجون بھی کر پاتا نہ تھا
کام جو کرتی تھی بتلائی ہوئی انکی پنیر
طائرِ روح گیا چھوڑ کے یہ کنجِ قفس
جانب خلد بریں یعنی سوئے اب قدیر
یعنی منظورِ نظر آج زمانے بھر کا
ہوگیا ہم سے جُدا ہوگئے سب غم کے اسیر
چھا گئی غم کی گھٹا ساری فضا پر اک دم
بجھ گئی شمعِ فروزانِ شبستان نذیر
بحرِ اندوہ میں ڈوبے ہوئے ہیں پیر و جواں
نور سے ہوگئی محروم ہر اک چشمِ بصیر
مہر بر لب علی منظر ہیں تو حیران ریاض
غم زدہ ہے علی مظہر کا دل پسند پذیر
کام لو صبر سے تدبیر نہ کام آئیگی اب
آگیا پیکِ اجل موت کا بیباک سفیر
فلسفی ہو کوئی دیہاتی ہو یا شہری کوئی
سامنے اسکے ہیں مجبور شہنشاہ واجیر

غم حیات

۲۰ر صفر ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۸ر دسمبر ۱۹۸۱ء بروز جمعہ سوا سات بجے صبح
قاضی حیات النبی تقریباً ایک ماہ سخت بیمار رہ کر انتقال کر گئے، نماز جنازہ شاہ کے پنجہ
مولانا محمد عمر صاحب نے سوا تین بجے شام کو پڑھائی، بڑا زبردست ہجوم تھا۔

مرثیہ

بیدار مغز ایک رضا کار اٹھ گیا
سر والے بے شمار ہیں سردار اٹھ گیا
سایہ سرِ کبیر کا بابا صغیر کا
اطہر کے خاندان کا شہکار اٹھ گیا
ٹوٹے ہوئے دلوں کو بہم جوڑتا تھا جو
وہ قطع کر کے ربط کا ہر تار اٹھ گیا
بستر سے بےٗ سہارے جو اٹھتا نہ تھا کبھی
مسمار کر کے عنصری دیوار اٹھ گیا
تھی چوں کہ ناپسند اسے سینٹ کی مہک
کافور مل کے جسم پر ناچار اٹھ گیا
تسکین دینے والا مصیبت زدوں کو اف
سہ سہ کے رنج و کلفت و آزار اٹھ گیا

کلکتہ والے حاجی جمیل صاحب کی آمد پر

۲۶ر نومبر ۱۹۷۵ء مطابق ۲۱ر ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ یوم چہارشنبہ

جامعہ نے مرے تقدیر عجب پائی ہے
ہر کوئی اس کا دل وجان سے شیدائی ہے
سینکڑوں سال کی ویراں ہوئی مسجد گلزار
راجے بی بی کی دلی آرزو بر آئی ہے
مدرسہ کھل گیا اک اس میں جو اہل دیں کا
اس کی آبادی کی اک شکل نکل آئی ہے
ایک مدت سے تھی محروم اذاں کی لے سے
اب شب وروز تلاوت ہے جبیں سائی ہے
سینکڑوں طلبہ ہیں استادوں کی تعداد ہے دس
لطفِ مولا کی یہ سب انجمن آرائی ہے
کہاں کلکتہ کی رونق کہاں یہ اجڑا مکاں
آپ حضرات کی یہ حوصلہ افزائی ہے
شکریہ آپ کا کس طرح ادا کوئی کرے
دم بخود آج مری طاقت گویائی ہے
مختصر سا یہ حقیقت کا بیاں ہے ساحرؔ
نہ ملمع ہے نہ کچھ حاشیہ آرائی ہے

در پہ آئے ہیں ترے لے کے سوالی جھولے
بھر دے چاندی سے انھیں دیکھ نہ ماشہ تولے
دور ونزدیک ہے مشہور سخاوت تیری
منتظر ہے ترا رضواں درِ جنت کھولے
راہِ مولا میں لُٹا کر یہاں فانی دولت
باغِ فردوس میں جو چاہے ترا جی سو لے
قافلہ دین کے دیوانوں کا چل نکلا ہے
باندھ کے تو بھی کمر ساتھ میں اسکے ہو لے
چھڑ گیا مسئلہ تعمیر کا قسمت کی ہے بات
بہتا دریا ہے سخی ہاتھ بڑھا کر دھو لے
مدرسہ ہوتا ہے تعمیر مجھے بھی دیدو
بازو بند اماں کا دیدی کا گرہوا بولے
نوٹ ہو تھان ہو یا ایک بیلیاں ساڑی
فصل آئی ہے بوائی کی اے بھائی بولے
خالی جھولی مری دیکھی تو یہ بوّا بولی
جِھبیا لے طوق لے سر بندھی لے جھمکا دو لے
دیدو مجھ کو بھی مدرسہ پہ اے ابا اماں
توتلی بولی میں چھ سال کا ببوا بولے

حاجی محمد علی، حاجی تجمل حسین، حاجی شمس الدین

جامعہ عربیہ احیاء العلوم میں

۳؍شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۵؍نومبر ۱۹۷۵ء

ذرا رک آستینِ تر ذرا تھم دیدۂ پُر نم
وہ خود ہی آ رہے ہیں لیکے تیرے زخم کا مرہم
بتاؤں کیا بھلا ہے دیدنی دیدنی ہمدم
یہ احیاء العلومِ دیں پہ لطفِ خاص کا عالم
کہاں یہ اجڑی بستی اور کہاں وہ بمبئی گلشن
مگر اک رشتۂ دیں کی بدولت ربط ہے باہم
فدائی ہیں یہ جس آقا کے اس کے ہم ہیں شیدائی
ہیں جس کے دین کے پیرو یہ اسی کے دیں کے خادم ہم
نہ اب کوئی شکایت ہے نہ باقی کوئی شکوہٰ ہے
انھیں آتے ہوئے دیکھا تو رخصت ہو گیا ہر غم
حقیقت جامعہ کی اے کرم فرماؤ! کیا کہئے
سمجھئے اس کو دینِ مصطفیٰ کا قلعۂ محکم

کئی سو طلبہ پاتے ہیں یہاں تعلیم روز وشب
نہیں اس کے علاوہ ان کا کوئی مشغلہ ہمدم
وطن سے دور اس بستی میں دیں کی جستجو لائی
ہوئے ہیں اس ادارہ سے اسی مقصد سے یہ مدغم
کہیں درسِ حدیث وفقہ میں ہیں منہمک دل سے
جلالین اور بیضاوی کہیں پڑھتے ہیں وہ پیہم
کہیں کمرے میں ہے تعلیم حفظ وناظرہ جاری
کہیں یہ مشقِ قرأت کررہے ہیں بیٹھ کر باہم
ہے عالم وجد کا طاری ملائک وجد کرتے ہیں
کوئی بچہ تلاوت کررہا ہے سورۂ مریم
ہے لاکھوں روپیہ کا خرچ اس دینی ادارہ کا
جسے کرتے ہیں اہل خیر پورا دیکے بیش وکم
کسی نے کمرہ بنوانے میں کی امداد بڑھ چڑھ کر
کسی نے فرش کے خرچہ سے ہم کو کردیا بے غم
ہجوم ان طالبانِ علم کا بڑھتا ہی جاتا ہے
مگر ہیں درسگاہیں اور اقامت گاہ از حد کم
نگاہِ لطف کے آگے نہیں مشکل کوئی منزل
ذرا ہمت سے ہو جائیگا دیں کا کام مستحکم

ضیاءِ شمسِ دیں لُطفِ تجمل اے تعالیٰ اللہ
نصیبِ طالبانِ علمِ دیں ہو ہر گھڑی ہر دم
توجہ اہلِ دل کی تھوڑی سی ہوجائے گر ساحرؔ
تو لہرانے لگے ہر سمت علمِ دین کا پرچم

جب سفینہ چل پڑا سارے وسائل کاٹ کے

حوصلے نے رکھ دیا طوفاں میں ساحل کاٹ کے
پھڑ پھڑانے کا مزا لینا ہے اے قاتل اگر
چھوڑ دے مقتل میں بندِ نیم بسمل کاٹ کے
بھا گئیں ان کو ادائیں مانگنے کی اس قدر
رکھ لیا پہلو میں اپنے دستِ سائل کاٹ کے
حد ہے بے رحمی کی اُف سینے میں ان کے ہم نشیں
رکھ دیا دل کے عوض فطرت نے اک سِل کاٹ کے
دیکھئے مجنوں کی قسمت پٹی باندھی پاؤں میں
ہاتھ سے لیلی نے خود جلبابِ محمل کاٹ کے
رہ نوردی کا مزا اللہ رے مالک مرے
جوڑ دے منزل سے کوئی اور منزل کاٹ کے
شیشہ ہائے رہِ محبوب میں بکھرے ہوئے
جیسے پھینکا ہے کسی نے ماہِ کامل کاٹ کے
دیکھ لینا محوِ حیرت ہو کے واں رہ جائیں گے
جو بدلوا لیتے ہیں ہاں مسلِ فائل کاٹ کے
پھونک دی سارے جہاں میں روح الا اللہ کی
لا الہ کی ضرب سے افواجِ باطل کاٹ کے

نبیِ ہاشمی بن کر نویدِ پُر بَہار آئے

چمن میں زندگی آئی شجر پر برگ و بار آئے
ہوئی شمعِ نبوت جلوہ گر فاراں کی چوٹی پر
طلبگارانِ دیں ہر سمت سے پروانہ وار آئے
ابوبکرو عمر عثمان و حیدر بھی بہ کرّ وفر
اساسِ دین بن کر دین کو کرنے استوار آئے
بلالِ حبشہ آئے روم سے آئے صہیبِ خوش
حسن بصرہ کے بت خانہ سے ہو کر بے قرار آئے
یہ ہر کارانِ مکّہ ہوگئے معراج کے منکر
تو تصدیق پیمبر دل سے کرتے یارِ غار آئے
تھے بیخود ضرف سے کفار کی پر ہوش آتے ہی
زباں پہ انکی اذکارِ شہِ دیں بار بار آئے
نصاریٰ شام کے حیراں ہیں فاروقِ اعظم جب
کبھی خادم کبھی آقا صفت ناقہ سوار آئے
تھی خستہ حال دردِ زہ سے بدویّہ کوئی بے حد
امیر المؤمنیں در پر بہ شکلِ غمگسار آئے
خبر سن کے گئے اور اپنی بیوی کو بلا لائے
پہونچ کے ایسی کی خدمت کہ رحمت کو بھی پیار آئے

مرثیہ

خراج عقیدت

جونپور کی بے نفس باوقار اور مخیرّ ہستی الحاج محمد عثمان ڈھالگرٹولہ کی وفاتِ حسرت آیات سے متأثر ہوکر دلی جذبات اشعار کے قالب میں ڈھل گئے۔

۵؍محرم ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۷؍دسمبر ۱۹۷۶ء یوم دوشنبہ اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی سے رحلت فرماگئے، اشخاص واعیان وخواص نماز جنازہ میں شرکت کے لئے اٹالہ مسجد میں جمع ہوگئے، ساڑھے دس بجے صبح نمازِ جنازہ امامِ شہر مولانا ظفر صاحب نے پڑھائی، راسمنڈل کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

یک بیک اٹھ کے مری بزم سے یہ کون گیا
رنج واندوہ میں اُف ڈوب گئی ساری فضا

شبنم الود ہے شب اشکِ مراواں کے سبب
گرد بردوش ہے صبحِ غم وآلام فزا

مل رہا ہے کف افسوس کو رنجیدہ کوئی
تک رہا ہے درو دیوار کو مبہوت کھڑا

سونی سونی ہے رَوِش صحن چمن ویراں ہے
پھول پژمُردہ ہیں تو غنچہ ہے مُرجھایا ہوا

راستے ہوگئے سنسان ہُوا کیا آخر
مضمحل ہوگیا کیوں قافلۂ جود و سخا

جانے کیا ہے کہ برستی ہے اداسی ہر سو
ٹوٹنے پاتا نہیں سلسلۂ آہ و بُکا

رنج وآلام ومصائب کا سبب کیا کہئے
حاجی عثمان سخی داتا ہوئے ہم سے جدا

وہ کرم پیشہ ندیمِ غربا خیر سگال
پیروِ دینِ مبیں صاحبِ الطاف وعطا

مال و اسباب زرو سیم و سرائے فانی
چل دیا چھوڑ کے سب سوئے گلستانِ بقا

پانچ تاریخ محرم کی تھی دو شنبہ کا دن
سیزدہ صد نود وہفت سن ہجری تھا

چاہتا تھا کہ کرے دین کی خدمت کچھ اور
آیا مالک کا بلاوا اسے جانا ہی پڑا

اشکِ غم آنکھ کے پیمانہ میں بھرآئے نہ کیوں
قلبِ مسکین پہ اک کوہِ الم آن گرا

اس کا پُر ہونا ہے دشوار بظاہر ہمدم
ہوگیا ہے جو یہاں ان کے نہ ہونے سے خلا

آنے والے تو چلے جاتے ہیں آ آ کے مگر
اس کا جانا دلِ معصوم کو بے طرح کھَلا

بے سہاروں کے لئے ایک سہارا تھا وہ
سوچتا رہتا تھا ہر وقت وہ دکھیوں کا بھلا

دل غنی پاک نفس ظاہر وباطن یکساں
دامن خیر سے وابستہ ہمیشہ ہی رہا
حُسنِ اخلاق کی تصویر مروت کا نشاں
خندہ پیشانی سے ملتا تھا غریبوں سے سدا
خاکساری کا نمونہ تھا تواضع کی مثال
کبر ونخوت کی کبھی بھی نہ لگی اس کو ہَوا
انجمن والے مدارس کے عمائد سُفرا
اس کی دلداری کا گُن گاتے نہ کیوں صبح ومسا
ضعف وبیماری میں بھی اُن کو رہا اِس کا خیال
آئے دکھ درد کے مارے تو گئے لیکے دوا
دامنِ عفو وکرم میں اُسے مل جائے جگہ
ساحرِ خستہ کی ہے بارگہِ حق میں دعا
دولت صبر عزیزوں کے دلوں کو ہو نصیب
جن کو اس حادثہ سے صدمۂ جانکاہ ملا

فٹ نوٹ: ۲۵/جنوری ۱۹۷۷ء بروز سہ شنبہ مرحوم کے صاحبزادہ عبدالاولی صاحب جامعہ حسینیہ میں تشریف لائے، اساتذہ اورطلبہ کے اجتماع میں اظہر سلمہ نے یہ نظم سنائی، فریم میں پیش کی گئی۔

متفرقات

میرے پاس ایک بچہ ہے پدر جسکا نہیں زندہ
مگر اک خاص جلوے سے ہے چہرہ اسکا تابندہ
تمہارے ساتھ والی عورتیں بھی گھر میں آئی تھیں
زر وانعام پانے کی امیدیں ساتھ لائی تھیں
وہ اس بچہ کو لینے کا ذرا بھی دم نہ بھرتی تھیں
یتیمی دیکھ کر بیچاریاں انکار کرتی تھیں
یتیم اور بے سر و سامان بچہ تو اگر چاہے
اسے لیجا اگر بدلہ نہ چاہے اور نہ زر چاہے
یہ کہکر ایک ہلکا سا تبسم آگیا لب پر
یہ معنی تھے مرا بچہ ہے بالا قال وجاں لب پر
حلیمہ نے کہا دریافت کر لو اپنے شوہر سے
مبادا وہ خفا ہو اور میری جان پر برسے

حلیمہ جلد عبد المطلب کے پاس لوٹ آئی
وہ اسکو لیکے گھر پہنچے کتاب نور دکھلائی

جو دیکھا آمنہ کو آمنہ کے لال کو دیکھا
خوشی سے تج دیا دنیا کے جاہ ومال کو اسنے
یہی وہ ماں تھی جس سے مادرِ گیتی کی عزت تھی
یہی بچہ تھا جس سے خالقِ ہستی کی عزت تھی
حلیمہ نے اٹھایا شانِ حق کو دستِ الفت پر
برستا تھا تبسم سادگی بن بن کے صورت پر
کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مل گئی انکو
جو تھی معنی ہی معنی اب وہ صورت مل گئی انکو
چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لیکر
مہ وخورشید صدقے ہورہے تھے جسکے قدموں پر
پلایا دودھ جب اس طفل کو تو ہوگئی حیراں
کہ چھاتی بن گئی تھی دودھ کی اک نہر بے پایاں
یہ برکت روزِ اول ہی سے دیکھی جب حلیمہ نے
ہوئی حیران اندیشے مٹائی جب حلیمہ نے
کیا سیراب اپنے دودھ سے اپنے پسر کو بھی
سلا کر دونوں بچوں کو خوشی سے خود بھی جا سوئی

جب آئے تھے تو پیچھے تھک کے رہ جاتی تھی منزل سے
وہ اپنے آپ کو بھی لیکے چل سکتی تھی مشکل سے
مگر آج اسنے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری
جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری
یکایک ہمرہوں کے پاس سے جسدم گزرتی تھی
تو ہر عورت تعجب کا وہیں اظہار کرتی تھی
ارے یہ اونٹنی پہلی ہی ہے یا اور ہے کوئی
نہیں پہلی کہاں ایماں سے کہنا اور ہے کوئی
حلیمہ کہتی تھی ہاں ہاں وہی تو ہے وہی تو ہے
یہ سر یہ ناک ہر یہ بہتر تھی ہر شئے وہی تو ہے
غرض اس شان سے داعی حلیمہ اپنے گھر آئی
متاع دنیوی واخروی آغوش میں لائی
یہاں پر قحط تھا ہر سو نہ دانہ تھا نہ چارا تھا
کہ اب تک مینہ نہ برسا تھا جہاں جس کا سہارا تھا
مویشی مر رہے تھے لوگ فاقے کر رہے تھے سب
بتوں سے اپنے اپنے دیوتاؤں سے ڈر رہے تھے سب

حلیمہ کی زمیں کا حال سب لوگوں سے بدتر تھا
نکمی تھی زمیں ان کا زیادہ حصہ بنجر تھا

وہ لیکر آئی تھی اب گھر میں اس سامانِ رحمت کو
مٹایا جس کی ذاتِ پاک نے ہر ایک زحمت کو
چرانے کے لئے ہر صبح اسکی بکریاں جاتیں
خدا کے فضل سے سب سیر ہوکر پیٹ بھر آتیں
حلیمہ اور کنبہ بکریوں کے دودھ پر جیتے
پلاتے دودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے
قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابرِ رحمت سے
یتیمی کے سبب انکار تھا جسکی رضاعت سے
رہے محروم دولت سے یہ دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پاگئے دامانِ رحمت ڈھونڈنے والے

چچا کے دامنِ شفقت کو بھی ہٹتے ہوئے پایا
تو روکر آبدیدہ ہادیٔ برحق نے فرمایا
قسم اللہ کی سارا جہاں بھی ہو اگر دشمن
یہ سب شیطان کے ساتھی بڑھیں ہوکر بشر دشمن
جفا وظلم کی کی آندھی چلے طوفان آجائیں

مٹانے کو مرے شداد اور ہامان آجائیں

کسی دھمکی کسی ڈر سے مرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا
مرے ہاتھوں میں لاکر چاند سورج بھی اگر رکھدیں
مرے پیروں تلے روئے زمیں سارا وزر رکھدیں
خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچّا کہہ نہیں سکتا

دکھائی پے بہ پے آخر جو باطل نے نگر ساری
سراقہ کے دل وحشی پہ ہیبت ہوگئی طاری
پڑا ہاتھوں میں رعشہ ڈر سے نیزہ گر گیا اسکا
یہ نقشہ دیکھ کر اس کام سے دل پھر گیا اسکا
پکارا یا محمد بخش دیجے گا خطا میری
میں گمراہی میں تھا بیشک بدی تھی رہنما میری
میں تائب ہوں مجھے اک امن کی تحریر مل جائے
تیرے دربار رحمت میں مجھے توقیر مل جائے
انوکھی التجا تھی مسکرایا قوم کا ہادی

پھر اسکو بے تأمل امن کی تحریر لکھوادی

سراقہ سے مخاطب ہو کے یوں صلعم نے فرمایا
اگرچہ تو ابھی اللہ پر ایماں نہیں لایا
نرالے رنگ میں لیکن خدا کی شانِ والا تھے
ترے ہاتھوں میں کنگن دیکھتا ہے دست کسریٰ کے
تحیر خیز تھے معجز نُما الفاظ حضرت کے
عیاں فرما دئے تھے آپ نے اسرار قسمت کے
جہاں کو جلد ہی پیشین گوئی میں نظر آئے
کہ یہ کنگن سراقہ نے عمر کے عہد میں پائے

....
....
....
....
....
زمین سے آسمان تک بس گئے نغمات روحانی کہ خود قرآن ناطق نے پڑھیں آیات قرآنی

دوم تھا ماہ ہجری اور ذی الحج کا مہینہ تھا
پیمبر بعد جنگ بدر جاں بخشِ مدینہ تھا
ارادہ آپ نے اب رخصتِ زہرا کا فرمایا
محبت سے جناب مرتضیٰ کو پاس بلوایا
بہت احساس تھا حیدر کی نادانی کا ہادی کو
کہا ہے کچھ تمہارے پاس اخراجات شادی کو
کہا یہ ایک مضمون ادق ہے یا رسول اللہ
فقط نامِ رسول اور نامِ حق ہے یا رسول اللہ
کہا پھر وہ زرہ کیا ہوگئی جو تم نے پائی تھی
جو روزِ بدر میداں میں تمہارے ہاتھ آئی تھی
کہا موجود ہے حضرت نے فرمایا وہ کافی ہے
تم اس کو بیچ ڈالو ہاتھ جو آئے وہ کافی ہے
زرہ بیچی علی نے چار سو اسّی دراہم میں
بقولِ یاسمیں مرحوم اس سے بھی بہت کم ہیں
تھی شادی فاطمہ کی سادگی کا طرفہ نظّارا
ولیمہ بھی اسی میں اور اسی میں مہر بھی سارا

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہِ دو عالم سے
ملا ہے درس یہ کہ سادگی کا فخر آدم سے
متاعِ دنیوی جو حصۂ زہرا میں آئی تھی
کھجوری کھردرے سے باقی کی اک چارپائی تھی
مشقّت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں
ملی تھیں چکیاں دو تا کہ آٹا پیس لیں گھر میں
گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا
نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ تو بدزیب بھدّا تھا
بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قرباں حوروں کے
چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں عفت کا جامہ صبر کے گہنے

باسمه تعالىٰ

القصائد الغالية

لمحمَّد عثمَان سَاحِر المبَارَكفوري

كلمة

شجع بهَا حَضرة الشيخ أبوالحسن علي الندوي الحسني البحاثة الكبير

محبی مکرمی زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ملفوف مشتمل بر قصائد عربی پہونچا۔

اپنا ذکر خیر دیکھ کر شرمندہ ہوا! مجھے اندازہ نہ تھا کہ ابھی عربی میں شعر کہنے والے ہمارے مدارس میں موجود ہیں۔

خاص طور پر تعزیتی ابیات دیکھ کر زیادہ متاثر ہوا، میں وہ حصہ ان کے دونوں بھائیوں کو جو ماشاء اللہ ادیب ہیں حوالہ کردوں گا .. میری طرف سے دلی شکریہ قبول کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیت کو پروان چڑھائے۔

اور زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ پہونچائے، کبھی لکھنؤ آنا ہوا تو ضرور ملاقات کیجئے۔

آپ کا مخلص .... ابوالحسن علی

۶/مارچ ۸۲ء

ألأخ المحترم/ السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

تلقيت رسالتكم ملفة بالقصائد العربيه واستحييت بما اثنيت على،وماكنت احسب ان الشعراء بالعربية موجودون حتى الأن فى مدارسنا۔

وقدتاثرت۔خاصة۔باياتكم الرثائية، وساسلم هٰذا الجزاء الى اخوى المرثى له وهمايتذ وقان بالأدب العربى۔

تقبلوا اطيب تحياتى، شكرالله سعيكم ونفع به نفعاجما اتمنى لقائكم عند زيارتكم مدينة لكناؤ۔

المخلص

ابوالحسن على

۶/مارس/۱۹۸۲ء

بسم الله الرحمن الرحيم

صورة ما

كتبه الشيخ القاضي أطهر المباركفوري صاحب التصانيف الكثيرة
ومحرر مجلة البلاغ بمبئي وجريدة انقلاب اليومية

باسمه تعالى

حامدا ومصليا

منذ دخل الإسلام والمسلمون في الهند بثقافتهم الدينية ولغتهم العربية حل نور العلوم والآداب، ورحل ظلام الجهل والهمج، ومنذ فجر الإسلام في الهند أشرقت الأرض بنور ربها، وانتشرت أضواء الملة البيضاء في العباد والبلاد، وقام منها العلماء الراسخون والأدباء الفحول والشعراء النوابغ، لا في البلدان الكبار فقط، بل في القرى الصغار صارت اللغة العربية لغة الدين والدرس في المدارس والمعاهد عبر

التاريخ حتى أن لفظ العالم لا يطلق إلا على من تضلع بالعلوم الإسلامية باللغة العربية، وذلك يدل على اهتمام اللغة العربية في الهند وهكذا جرت سلسلة الشعر العربي فيها من يوم دخولها حتى الآن.

فمثلا من بلدنا مباركفور قام الأدباء والشعراء الذين خدموا اللغة العربية نظما ونثرا كالشيخ العلامة – أحمد حسين الرسول بوري، صاحب ديوان أحمد، والشيخ الملا رحمت علي المباكبوري والشيخ العلامة محمد شريف المصطفى آبادي، والشيخ الأديب محمد يحى الرسولبوري والشيخ شمس العلماء ظفر حسن العيني المباركبوري، كل واحد منهم قرض الأشعار الرائقة والقصائد الغراء في اللغة العربية واشتهروا بهذه الصفة في الأوساط العلمية، وأخيرا قام أخونا الفاضل الأديب العالم المدرس الشيخ محمد عثمان المدعو في الشعر بساحر المباركبوري فصار تلو هؤلاء الشعراء الأعلام، وقرض الأشعار والقصائد في اللغة العربية في مناسبات علمية ودينية، فيها بهاء العربية وروعة الفن والعلم، وكانت هذه الدرى منتشرة، فنظمها في سلك الجمع والترتيب، فكانت حلقة ذهبية لسلسلة الشعر العربي في الهند.

وحبذا لو طبع هذا الديوان ونتمتع به، ولعل الله يحدث بعد ذلك أمرا، والله يوفقنا لما يحب ويرضى.

كتبه القاضي أطهر المباركبوري
٢٥/ جمادى الثانية ١٤٠٢ھ

كلمة عن التبع الجديد

فضيلة الشيخ اعجازاحمدالاعظمى رحمه الله

كـان استـاذى الجليل الكريم فضيلة الشيخ/ محمدعثمان ساحر الـمباركفورى رحمه الله، مريضا بمريضه الذى توفاه الله فيه فزرته مرة عـائـدافـى مـراركثيـرة، فاخرج من حقيقة وريقات مطبوعات وصفحات اخـرى غيـرمـطبـوعة، واشـاراالى ان اهتم اوقوم بطبعهاالثانى، فاذا هى مـجـمـوعة قـصـائـدعـربية قـرضهـافـضيـلة الشيـخ الاستـاذ رحـمـه الـلـه، فـلمارأيت انه فى ياس من حياته ويود بمجامع القلب ان يرىٰ هذه الـمجـمـوعة مـن كـلامـه العربى المنظوم فى اجمل صورة واحسن هيئة كتـابة وطبـاعة، وكـان طبـعهـا الاول فى غاية من الردائة تمل به القلوب وتـنـفـرمـنـه الـعيـون ورأيتـه فـى نهـاية الاشتيـاق ان يشاهد ها بعينه الكريمتين مطبوعة خيرمطبوع، تسلمت هذه الوريقات وعزمت ان ابذل قـصارى جمودى فى سبيل اجادة كتابته واحسان طبعه واردت ان اتم هذاالامرالمرجو فى حياته الطيبة ولكنـہ

ماكل مايتمنى المرء يدركه☆تجرى الرياح بمالا تشتهى السفن

فـانـه قـد قـضـى نحبه فى سبيل علوم الدين وتعليمه وتدريسه وتـلك الـصـحيـفة عـنـدى مـن غيـرعمل ولاحراك، تناسفت بالغ الاسف وحـاولـت ان اصـل بهـذا الامرالى التمام الكمال عاجلا لعلى اودى بعض حـقـه واصير سببا السروره وفرحه بعدان وصل فى رحمة الله فالموتى يـنـتـفـعـون بـمـا يـفـعـل الاحيـاء مـن اداء حـقهـم ويخبرون بما يعملون ويفرحون۔

ولـكـن لم يكن لى ان اكمل اخراج هذه الشذرات الذهبية فى حلة قشيبة من الطباعة من غيرمساعدة مالية من اى احد من اخوان وخلانى وقـدكـان اخبـرنـى الاستـاز الفقيد ان الاخ الحافظ مفيد احمد الاعظمى حـفظه الله له اهتمام وشغف بهذاالا مر فذكرت له عزمى فلاح على وجهه مـايلوح عليه فى مثل هذه الخدمات العلمية والأدبية من البهيُة والسرور واجهـنـى بـوجـه نشيط فرح وشجعنى على ذلك، ثم لما اطلع على عزمى اخى الفاضل فضيلة الشيخ توفيق احمدالمحترم عميدالجامعة الحسينيه بـجـونـفـور حـفـظ الله سرا بلغ السرور وراى على نفسه حقا ان يودى واجبه بازاء الشيخ الحسينية فى بداء امرها وقضى فيها شوطا كبيرا من خدماته اعماله الجليلة فى نشأ تربية اساتذتها وطلا بها۔

فسـاهـم فـى اخـراج هـذه الـقـصـائد برحبة صدورواو سع باع والحمدلله

ومـاهـى بـعـنـايتهـمـا الـكـريـمة استطعت ان ابلغها فى يدالقراء

فـالـحـمـدلـلـه والشـكـر الجزيل لا خوى.هذين.الحميمين وهما من صوة تلامذه الشيخ الاستاذه رحمه الله.

وهـذا طبـع ثـان لهـذا الـمـجـمـوعة مـن الاشعـارالعـربيـه زاده فيهـاالاستـاذالـفـقيـد رحـمـه الـلـه شيئا ممابتكرته قريحته بعد طبعها الاول،وتـقـدم لهـذا الـطبع الثانى الاستاذ ضياء الدين القاسمى الندوى حـفـظ الـلــه الاستـاذ فـى الـقسـم الـعـربـى بـمدرسة مـنبـع الـعـلـوم،بـخيـرآبـاد،وهذه هى المدرسة التى كان استاذنا رئيس هيئة التدريس فيها نيفا وعشرتين فى آخرحياته.

وكـان فـضيـلة الشيـخ الـقـاضـى اطهـرالمبـاركفورى البحـاثة الـكبيـركتـب كلمات وجيزة عن استاذنا وشعره قبل طبعهاالاول وتمنى لـه الظهور والنشر فتقبل الله دعاء ه واكمل تمنيه فانه طبع مرة بعد مرة وتـلك الكلمات يراها القارى فى الطبعتين،وفضيلة الشيخ القاضى زميل أستـاذنـا الـقـديـم ورفيـقـه مـن بـدء العمروكان بينهما من الحب الوداد والاخـاء ماقل نظيره بين الزملاء"فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر ومابد لواتبديلا"

واخيـرا اذكـر خيـرالـختـام بـذكـرى اخـى الـمتـرم محمود عالم البـليـاوى الـذى كتـب هذه الصحيفة فى غاية نشاط وحب واهتمام بالغ فـاجادو احسن اكمل اجادة واحسان،فجزاه الله خيرالجزاء وابلغه مناه فى آخرته ودنياه.

مقدمة الطبعة الثانية

الاستاذ ضياء الدين القاسمى الندوى حفظ الله

الادب مـراٗ صـادقة لحياة تتجلى فيه صورالأمم الدينية الفكرية الثقافية الحضارية الخلقية العلمية ولايمكن ان تعيش أية أمة منعزلة من الأدب نثـرا كــان أو شـعـرا،لان كـل واحـد مـنهمـا لازم للأخر،فـالأدب هـوالاسـاس الـقـوى الـذى يبـنـى عليه القوم مبنى شرفه ومجده ورقيه وفخره ولهذا السبب قد لعب الشعراء والأدباء دورا ذهبيا فى التاريخ فى كل عصرومصروفى كل قوم ونسل وفى كل مكان ولسان.

ولـكـل أمة ميـزـةوسـمة وصـفة تمتازبها على أخراها فالمجتمع الـعـربـى الـذى بـعـث فيه النبى(صلى الله عليه وسلم)لهداية الانسانية الـضـالة الـى الـتـوحـيـدوالسـعـادـة كـان يمتاز بالشعرى بالغا ألى ذروة البـلاغة والـتـعبيـرٗولـم يبـق أى قسم من الاقسام الشعرية وأى منهج من الـمـنــاهـج البيــانيةألاقــالـوا فيــه ولاأسـلـوب مـن الأسـاليبـالادبية ألااختـاره،قـرضـوا فيـه شـعـرا عاليا حافلا بالروعة البيانية والألفاظ الـفـخـمة والـمعانى النادرة المؤثره وبذ لوافيه كل طاقاتهم البيانية والأ دبية حتـى اصبـح شـعـرهـم نـمـوذ جـامثـاليامن نماذج الأدب والبلاغة

والتعبير والحسن وراوائع الكلام ولذٰ لك عرفوا بأمة شعروقيل"الشعرديوان العرب" لأن العرب الأولين قبل الأسلام قدرسموا فى اشعارهم معالهم وتاريخهم وصوروا فيها اخلاقهم وعاداتهم وأيامهم ووقائعهم وفى اصبح التعبير سجلوا فيها أنفسهم۔

فلما طلعت شمس الاسلام بازغة أشرقت الأرض بنورها النقى فتحولت حياة العرب القديمة من قيم ألى قيم جديدة،وقدأثرالأسلام أثراقويا فى العقلية العربية وفلسفاتها وقدكان الشعرمن تلك المظاهرالأدبية التى تأثرت بالأسلام تاثرا واضحا بارزامن حيث الشكل المعنى والعناوين الموضوعات ولكن لم يهجم الأسلام على الأدب الجاهلى من حيث كونه فنا اديبا لأفكارالباطلة والمناصر الفاسدة التى تنافى تعليمات الأسلام، ولذٰلك لم يهددم الأسلام كل ماوجد فى الجاهلية من عادات وأخلاق وآداب واشعار بل أراد اصلاحه استخدامه لخدمة الأنسانية النبيلة ولتحقيق الوحدةالأسلامية ولبث الدعوة الدينية۔

وكان النبى صلى الله عليه وسلم،يرى الشعر حكمة حيث يقو"أن من الشعرلحكمة" وقداستخدمه سلامجا ضدالمشركين المعاندين،واستمع أليه وشجع عليه واجازالشعراء بجوا ئزغالية ودعالهم،انه صلى الله عليه وسلم لم يذم الشعراء وكلامهم ألاكفارهم وأراذلهم الذين كانوا يخالفون مبادى الأسلام وتعاليمه ولهذا السبب

أمرا لأسلام موقف واضح لانه لايلزم الشاعر ان يكون شعره دينيا فى كل حال،أماأذاخرج الشاعر عن خط الأسلام الذى هو خط العظيم والدين الحنيف فلن يقبل منه عمله الأدبى وهو مردو دومطرود وأن كان شعره قويا رصينا فى تركيبه خلا بامو ثرا فى اسلوبه،

واما موقف الرسول(صلى الله عليه وسلم) فهولم يزل محبا بالشعرالحسن وكان يمدح به ويقول هو"ديوان العرب" وكان يستمع أليه بكل شوق ونشاط،هذا حسان بن ثابت الأنصارى رضى الله عنه يوضع له المنبرفى المسجد النبوى الشريف ينشد قصائده المدحية وكان حسان بن ثابت الأنصارى وعبدالله بن رواحة وكعب بن مالك وغيرهم من شعراء المسلمين من الصحابة رضى الله عنهم يكافحون الشعراء المشركين ،ويدا فعون عن الرسول والأسلام هجاهم وكان شعراء الكفار أهل لسن وفخروهجاء قد حاربوا الرسول بهذاالسلاح فكان لابدله ان يعدلهم شاعرا سليط اللسان قوى البيان سريع العارضة فاختار حسانا يجيبهم عنه والرسول ﷺ يقول اهجهم أنت فسيعينك روح القدس وربما قال اللهم ايده بروح القدس،وقال فى سوال عن الشعراء المومن يجاهد بسيفه ولسانه۔

أما أصحاب الرسول ﷺ وخلفائه فقد كانت مواقفهم من الشعرا والشعراء مستمدة من مواقف الرسول ﷺ وكانوا منصرفين لا معرضين عن الشعر قالت عائشة الصديقة رضى الله عنها علموا اولادكم

الشعر تعذب أالسنتهم وكان عمربن الخطاب كثيرا العناية بالشعر ويستشهد به ويبدى فيه أرائه۔

هكذا اعتنى الرسول ﷺ واصحابةؓ بالشعروالشعرء اعتناء امثبتا تشجيعا وقد سلك اسلا فنا من العلماء والصلحاء فى كل عصر ومصرفى كل لغة ولسان مسلك الرسول ﷺ والصحابةؓ،ان التاريخ الأسلامى حافل باد وارالشعراء المسلمين فى جميع اصناف الشعر خاصة فى القصائد المدحية فى شأن الرسول ﷺ وقدترك فيها شعراء المسلمين اثارا خالدة حتى جعلوا مدح الرسول ﷺ فنا من فنون اسلامية فى كل لغة ونحن نجان أن شعراء اللغةالارديةلم يدخرواجهدهم اعتنائهم فى كل صناعة الشعروالقصائد المديحة وأتوا بتعبيرات نادرة وتشبيهات رائعة وابتكروااصطلاحات جديدة لبيان صفة النبىؐ وشمائله واخلاقه وفى طليعتهم زائرالحرم الشيخ عبدالحميد اللهنوى قد قضى حياته الكريمة فى مدح النبى ﷺ وقال مقامات عاليا فى هذا الفن۔

وهكذا اكثيرا من العلماء والصلحاء قرضوا الشعراوأجادوا فيه واتخذوامدح الرسول ﷺ عبادة لهم ومنهم شيخنا الكريم الأستاذ الجليل محمد عثمان ساحر المباركفورى رأدام الله نفعه وبقاء)حياته عبارة عن خدمة العلوم الأسلامية والدين الحنيف،ونحن اذاانستعرض اشعاره الأردية التى قالها الشيخ فى مدح العربى فنجدها على ذروة

الجمال والكمال،كانه ينظم لؤلؤا منثورا فى سلك الأوزان القوا فى وقصائد كلها نموذجة عالية الأالفاظ الجزلة والمعانى الفخمة والعبارات الرائعة ومثال جميل الحسن التركيب والتعبير تدل على مهارة الشاعر الفنية وقدرته على استعمال الألفاظ المعبرة عما فى قبله الأفكار والاحاسيس وعلى الاتيان بكلمات موفورة بالحب والوجدان والعاطفة الشعور تتجلى فيها شخصية الشاعر الادبيةالدينية۔

والحق ان الشيخ محمد عثمان ساحرؔ يعيش فى حب النبى ﷺ ويتغنى له ويقول فيه ويؤدى حق القول مع أن مدح الرسولﷺ يطلب دقة النظر ورقة القلب وسعة الفكر وحرارة الأيمان ومعرفة مقام النبىﷺ ولكن شيخنا قال فى شأنه ولم يتجاوزحدودالشربية النيرة كما نرى اكثر شعراء المدح قد بالغوا فى اوصافه واخبر جوه من مرتبت العبدية۔

وكم من مرة رأينا الشيخ يقرض الشعروعيناه تدمعان اعضائه ترتعش وجوا رحمه تهتزو لسانه فى ذكرالرسول ﷺ كانه فى تصوره على روضة الرسول ﷺ يهدى أليه هدية الأشعار ويعتذر أليه قائلا يارسول الله! اناعبد ضعيف لاأملك شيئا سوى هذا القلب المومن الحافل بحبك وحب آلك واصحابك الأخيار تقبل هذه القصائد المدحية التى قلتها فى شأنك، كماتقبلت من قدوتنا حسان بن ثابت الأنصارى وعبدالله بن رواحة وكعب بن مالك رضى الله عنهم وغيرهم من شعراء

الأسلام، اشعار هم وخدماتهم الدينية ورضيت بجهودهم الأدبية وعوت لهم، ولم يترك الشيخ مجالا شعريا من التشبيب والنسيب والأنشودة الوطنية الرثاء الحماس الأقال فيه اجادواشعاره كلها ثروة علمية وذخيرة فنية لكنه لم يتخذصناعة الشعر منهة له بل قال الشعر لتسكين القلب وذوقه وجمله وسيلة موثرة لبيان وجدانه وشموره ولأظهار محبته الأيمانية ولذاماذاع صيته ألافى طبقات الأدباء والعلماء.

ولم يكتف الشيخ فى الأردية بل وقال فى اللغة العربية اللغة الهندية أيضا،وبين يدى اشعاره العربية"القصائدالنالية" هى مجموعة قصائد التى قالهاالشيخ بمناسبات مختلفه وفيها أشعار ترحيبية المراثى لاأقول أن هذه القصائد كلها نموذجة مثالية العربية وأسرارها وعلى كثرة معلوماته بمفردات اللغة العربية واصطلاحاتها النادرة التى هى ضرورية لكل شاعر عربى نابغ.

ونحن ترا أن الشيخ محمد عثمان ساحرّ قداختارهذا الوالدى واجتازه بكل اعتماد ونشاط رغم أن اللغة العربية ليست بلغة ام له، بل هى لغة دينة لكنه قدنبغ فيها وابتع، حتى اعترف مهارته الشعرية فى اللغة العربية الباحث الأسلامى السيد ابوالحسن على الندوى خاصة فى الرثاء أذهوفن دقيق جد ألم يظفرفيه ألاقليل من الشعراء لكن شيخنا قدرثا حين سمع نعى فضيلة الأستاذ محمدالثانى الحسنى ابن اخت الباحث المذكور١٩٨٢ء وبعثه الى سماحته مع رسالة تعزية ومطلع

الرثاء.

جاء البريد حزين القلب مكتئبا   فلم يكدن أن يقول ماجرى وكربا

جرى الدموع فبلت خده بللا   فصارمجموع اذيال له رطبا

اصابه الحزن أخرسه وانصته   محا عن الذهن ماقرأوماكتبا

فلمابلغ هذاالرثاء الى سماحة الشيخة (حفظ الله زخرللاسلام) كتب ألى الشاعر الطباعة فى الأردية نحن ننقلها ألى العربية.

وبعد هذه الرسالة الكريمة من أديب شهير وداع كبيرلا حاجة الى دليل آخر على عبقرية الشاعرالفنية وأخيرا أقول أن هذه القصائد الفالية مجموعة ابيات صاحرة من قلب تقى ولسان نقى وهى نموذجة فكرية رائعة جميلة من أسلوب بليغ رشيق خلاب يخاطب القلب والشعور.

وأسال الله العزيز أن يقبل مجهودات شيخنا اللائقة قبولا حسنا وأن يعده من عباده الصالحين الذين يتمتعون بحبه وبحبه حبيبه.

كتبت هذالمقدمة امتثالا لأمرالشيخ المحترم(حفظه الله)والأمرفوق الأدب.

ء

الحمدلله

بحمد الحميد يثاب اكلام — لكل مقال بسمه انسجام
فبعد على خيرهم ذاالسلام — بذالك البداء بهذاد الخطام

مدح النبى صلى الله عليه وسلم

وجه الرسول عليه السلام — تجلى النهار تولى الظلام
تبدى لكل سيبل الرشاد — الى منزل القدس طارالانام
فقام الهدلة وبان الصراط — فتاب العصلة فحسن المقام
يتيم ابى طالب حين نادى — فلباه نخباتهم والفئام
واخرس بلغائهم حين سمعوا — كلام الرسول عليه السلام
والسنهم لم تكدان تقول — والجم افواههن اللجام
سحاب الضلال انزوى عن سما — لنا الارض ينل المرام
تشتت جدران حصن حصين — بصوت الازان فبهت العوام
فاصنامهم تنحنى للسجود — فيضحك بيت الا له الحرام
وتب ابولهب ويداه — فسود وجه اللئيم الملام

تهدم سورالنظام القديم — فولول بوجهل المستضام
تفتت حبل الرقيق الحقير — تقدم كالحر صارالامام
تنام البرية فى الليل امنا — فى الجس ذل اللصوص اللئام
تبسم فى المهد طفل اليتامىٰ — عيال الايامىٰ بحفظ نيام
وفكت رقاب العبدّى فسورا — وعذ الشراب لهم والطعام
على النوق يركب عبد قصير — فخلفه يمشى الرجال الكرام
على ظهر عمر الامير الدقيق — واسلم خادمه لايصام
تصيرالامام لهم سيّدات — فعقد العفاف لهن الوسام
مقانعهن تزينهن — يكرم مهن الحياء واللثام
يبلجهن تسترهن — يسفههن سفور حرام
وشوق الشهادة قادالغزاة — الى الغز وفاهتر منها البسام
تعانق صبيتنا الموت فخرا — لذيذ المذاق يكون الحمام
مبارزنا حين لا قى العدلة — تشابه سين العدى الثمام؟
لعاب النبى شفاء دواء — فلم يسدفى غار ثور سمام
قدانسق قمرالسماء المنير — فبان لكل بيده انقسام
تحرير والما استبان لكل — بعيد انشقاقه منه انضمام

بعرق النبى الكريم عطور　　بطيب اللباس يداوى السقام
فرغف الشعير طعام شهى　　بخل رقيق بعدالأدام
ثمال اليتامى مٰال الايامىٰ　　لكل عديم الولاء الوئام
تشهد قاتله حين لاقى　　بخلق العظيم يكل الحسام
صدوق مكذبه مستهان　　فروياه وحى كيقظ منام
فداه خبيب فنال الشهادة　　له فى جنان النعيم خيام
دنى فتح مكة فالناس خافوا　　فقال الرسول عليه السلام
عفونا عن الظالمين صفحنا　　فانتم طلقاء وانتم كرام

فباب الزيارة فتحوا لساحرّ
بمدح الرسول عليه السلام

سيدنا ابوبكرالصديق (رض)

حملة حمى دين الاله اذا عدوه　　حبيب حبيب الله بوبكر فرده
صدوق صداقته له يهم جلية　　تقى من الله العزيز له الوعد
هلال سماء المكرمات بدرها　　سحاب سخاء يستفيد به الجود
وجهز جيش العسرة الكل حينا　　اليه دعى الهادى واتعبهم بعد
وجاهد اهل البغى والغى جاهرا　　بلا خوف لومة لائم لما ارتدوا
وبيض امال الرسول بماله　　فسود صبح الكافرين كذاالخد
ورد جواراين الدغنة بعدما　　عن الذكر والصلوات صحبته صدوا
ولما سرىٰ ليلا وخاف من العدى　　محا أثرا لاقدام فى الطريق البرد
يسير فيحمله على الكتف والقفا　　ليخفى على الكفار مامنه السعد
وصاحب فى الغار الرسول محيا والقفا　　ليخفى على الكفار مامنه الجد
برجل ابى بكرلقد لدغت افعىٰ　　تملل فابتل من الدمع الخد
لعاب رسول الله صارله الشفاء　　فلم يسرالسم ولم يولم جلد
لدفع الاذى عن ذات خيرالخلائق　　تترس حتى لم يفز قوم لد

اساحرّ مدح المصطفى وصحابه
هداك الى البطحا فلله الحمد

موت العالم موت العالم

محدثناالجليل الالمعی الاشراف والامجد   نقیبالملة البیضاء المرؤس ذوالسود
امیرالهند قدوتناوزبدتناوحجتنا   نظیربحره الزخارفی الأفاق لم یوجد
زمام فن اسماء الرجال الفذ فی یده   الیه ینتهی علم الحدیث المنتقی المسند
مفکرنا الکبیر الا ریحی الاکرم الانجب   مطلع القوم شیخ الکل العلامة الا جود
صقیل الذهن صافی العقل سهل الخلق الا مثل   بعید الصیت دانی الحلم صافی الطینة الا زهد
رواة الشرق والغرب یقادون الی بابه   سراة القوم یجنون بایدیهم جنی المقصد
قضاة الحکم والفتیا یلوذون الی ظله   ثقات الناس یدنون الی تعلیقه الافیه
مضیٰ احد عشر یوما من انعامات رمضان   سری ممدوحنا سراً الی الفردوس فاستعد
عیون عشینا عبری سماء ارضنا غبری   فقد ناحیرة صبرا فامسی صبحنا اسود
دموع الجفن جامدة دماء القلب طافحة   عیون الناس شاخصة فلم تغمض ولم ترقد
مدارسنا حزینات مکاتبنا کئیبات   طبیب قلبنامونس قد انساب الی المرقد

هدية التهانی

من والد الی بنته تزئین سلمها، بمناسبة زواجها مع عبداللطیف المحترم

بنتی العزیزة تزئینی اما نینا   بردت یااقرة العین مٰاقینا
اضاء ذاالعقد المسنون دنیاکم   کما اضاء به الله نوا حینا
فأصلح الله فیما بینکم ابداً   فزتم وفزناکما فازت مساعینا
بخلق فاطمة الزهراء واسیهم   فی العسرواليسر تذکارالماضینا
زمینی القلائد من اٰیات قراٰن   وزینی القول من اٰثارها دینا
زینی بکحل الحیاء العین هد بتها   بحمرة الصبرزیدی الخد تامینا
بیت اللطیف یهنئکم برحبته   کما یصاحبکم سراًتها نینا
نغمه تبسم، کذا اسلمیٰ کذا اعظمی   یذکرن ذاتك ابدا فی نوادینا
یدعولك دائمااحسن کذا اکرم   دومی هناك باعزازکما فینا
یطوف طیفك حول القلب مبتسما   طور انککلمه طوراینا غینا
انت بجدة نحن الاٰن فی الهند   نرجوالقائك ترجین تلاقینا
کیف البعاداذا تمشین فی عینی   ینموالی القرب یابنی تنائینا
هذا فراقك مثل الزهر عن غصن   کفاك ربی الذی ابداًیکا فینا

یدعولك الشاعرالمدعوبالساحرؔ
لدی الولی الذی ابداًیوالینا

كلمة

الشكر

بسم الله الرحمن الرحيم

حَامِدًا وَّمُصَلِيًا

لم أكن أن أرى "القصائد الغالية" على مطلع الظهور والطباعة إلا أن الشيخ الحافظ عبد الحئ عميد "منبع العلوم" بخير آباد، حثني وألجأني إلى إبرازها، وأيده القاري المقري الحافظ مشتاق أحمد والحافظ عبد الخالق، فلبيت دعوتهم، فلهم الشكر وجزيل الشكر للأخوة محمد أطهر، ومحمد راشد وعين الحق الذين أعانوا واجتهدوا غاية الاجتهاد في جمعها وتسويدها وتبعيضها.

محمد عثمان ساحرّ المباركفوري

الأستاذ بالجامعة الإسلامية ضياء العلوم بماني كلان

جونفور

عرض الحال

على الشيخ أبي الحسن علي الندوي الباحث الكبير

إلى بحار أبي الحسن أخي الهادي   يرى بشوق التداني قلبي الصادي
أماثل القوم ياثون بحضرته   محاسن القول قد يجنون في النادي
نظام دارالعلوم الجل ينظمه   بنان تدبيره المتبوع بالزادي
ترى نجوم السماء شخصه يسري   بساحة الشام يوما ثم بغداد
رنوه قد بلغ الغايات شهرته   وهمه ناطق لم يات ميعادي
يقود عاطفة الدين القويم أرى   من الشمال بأرض حيدرآباد
يوما بمكة يلقى أهلها فرحا   يوماً بلندن يلقى قوله الجادي
كلام فيه العميم حينما خرجا   تخطفته رجال الصرح والوادي
جلال مجلسه في الناس معروف   فليس يلهج زنديق بالحادي
يهدي إلى الرشد والطاعات منطقه   ففي مجالس ذكر خير قواد
فخار أمثلهم مرموق أنفعهم   طراز أقدمهم محبوب أجواد

أبـا طبيـب قـلوب الناس أدركني　　سـقـمـي تـطاول حتى مل عوادي
زمنا كمنت حريق الحب في الاحشا　　لـقـد تبـدي لديك اليوم إنشـادي
دمـوع عيـنـي تـفـوه باطن الحال　　تـجـري هـنـا هـهـنـا أفلاذ أكبادي
ارفـو فتـمـزقـه أيـدى الـجـماهير　　ابـنـى فتهـدمـه صـدمـات حداد
سـل الـزمـان ولا تسـئـلن يا صاح　　لـقـد تشتـت في الأغوار أمجادى
تـزعـزع الدار والبنيان عن أصلي　　أطـارت الـريـح أطنابي وأوتادي
بـنـاة مـدرسـتـي يا صاحب الكرم　　إلـى لـقــاء ك يسعـون بـمـعـادي
يبـؤونك فــي غــرفــات أعيـنـهـم　　بيـنـا يرونك سار أنت أو أعادي
يــأمـلـونك مـنـتـظـريـن من زمن　　فهـل يــراك رجــال خيــرآبــاد

رجـاء سـاحـرك الـمشتـاق مـعتصم
بـذيـل أفضالك الفضفاض يا هادي

كلمة شكر وتبجيل

بحضرة الشيخ أبي الحسن علي الندوي الباحث الكبير

بمناسبة

قدومه للزيارة بالجامعة الحسينية بجونفور

أهـــلا وسهـــلا أيهـــا الأواب　　يــدعــولك الـمـنبـر والـمـحـراب
ضـوء الـعـلـوم يلوح بين جباهكم　　كيـد الـجهـــالة عــنـكـم هيــاب
تسـخـو الثـقافة كل ما في وسعها　　تـفـدي ا لـنـفـوس عـليكم الآداب
إن الـــذيـن أعـرضـو عـن هـديكـم　　تـاهـوا بـوادي الاغتراب وخابوا
لا ريـــب أنتـم وارثـو عـلـم النبي　　إن الـــذيــن تــوارثــوه طـــابـوا
الـعـــلـم نـجـم يهتـدي بـه ضـال　　وصـل الـذيـن قـفوا بـه وأصابوا
عـلـم الشـرائـع مـلك فـي مـلكـنـا　　كــل الـعـــلـوم لبـــابــه بـواب
إن الـــذيـــن اتبــعــوه ســعـــدوا　　إن الــذيـن لـم يـطيـعـوا خـابـوا
لا تـنـسـوا الـسـاحـر فـي دعـواتكم　　إن دعـــاء قـــلـوبـكـم ليثـــاب

رسالة تعزية

إلى الشيخ أبي الحسن علي الندوي البحاثة الكبير

بوفاته

ابن اخته الشيخ محمد الثاني الحسني رحمه الله

جاء البريد حزين القلب مكتئبا   فلم يكد ليقول ما جرى كربا
جرى الدموع فبلت خده كملا   فصار مجموع اذيال له رطبا
أصابه الحزن أخرسه وأنصته   محا عن الذهن ما قرأ وما كتبا
قلت جرائدنا اليومية الخبرا   فأدمعت سائر الأعيان والقلبا
قالت محمد الثاني نأى عنا   قلنا دنت روحه المرضية الربا
غير الذي يرغب الأحباب في نطقه   نما إلى الخمس والخمسين فاغتربا
إن غاب جثمانه المرموق عن بلد   فخلقه العذب من أرواحنا افتربا
طوى الممالك نبأ موته عجلا   فأحزن الشام والسودان والحلبا
مجامع العلم والآداب تندبه   وتمطر الدمع عين الاتقيا حقبا
نجوم أفلاكنا محزونة نرنو   تجري بآثاره أعيانها غربا
ملامح الشمس مقنمة ممحقة   مسودات غراب البين مذنعبا

مجالس الناس ألسنها لقد عقدت   نرى لفقدانه حلم الورى سلبا
له محامد شتى لم نكد نحصى   ما زال يخدم أهل الفضل والأدبا
لا يرقأ الدمع منذ جاء ني الخبر   لم يكحل النوم عيني ساعة كربا
عساكر الغمة استولت على قلبي   جند المسرات والبهجات قد هربا
لبس الصباح رداء ا الليلة الليلاء   خلع النهار لباس النور مغتضبا
غصب الزمان سرور الناس كلهم   وبدله حزن الأحزان قد وهبا
عاد النهار ظلاما حالكا فحما   واجه الحبيب المنير في الثرى احتجبا
نهيت عيني عن التبكاء فانهمرت   دعوت قلبي إلى السلوان فاضطربا
جمعت أفلاذ كبدي الفذ فانتشرت   بردت حرق الحشا بالدمع فالتهبا
جعل الألٰه له المثوى بجنته   يعطيه من فضله الدرجات والرتبا
قيامه الليل يشفعه لدى الباري   يكون يوم الجزاء للعلى سببا
يا أحسن الصبر زر واضح رشيد أخاه   وصنوه الرابع الحسني مصطحبا
يا رب وفق أبا حسن لنا صبرا   وكل ورثائه الكرماء والنجبا

أخوكم الساحرّ يرجو سماحتكم
وعفو حضرتكم إن ساءكم أدبا

الرّثاء

هذا ما ابتكرته قريحتي حينما نشرت الجرائد خبر وفاة الشيخ محمد الثاني الحسني رحمه الله عليه ابن أخت سماحة الشيخ أبي الحسن الندوي البحاثة الكبير

تجري الدموع تباعا من مآقينا   لقد تباعد عنا من يدانينا
فالعين دامعة والقلب منقطع   صار الرقاد بعيدا عن مآقينا
كيف العزاء وكيف الصبر والسلوه   غاب الحبيب الذي كان يواسينا
لقد تقطع أوصال الرجيات   قد كان يعلم مرجوا النا فينا
نرى البلابل نائحة على الغصن   كل المناظر في البلوى يحاكينا
كان الرجاء يقوينا بمنطقه   تقلب الحال قد خابت أمانينا
عبرى العيون وغبر الوجه والرأس   ترى الرسائل والأقلام تاتينا
قدكنت أبكي على القاضي الحيات أخي   أرى محمد الثاني ينائينا
قوافل الناس والطرقات آسفة   بكل شيء سرى الحزن كما فينا
الكاتب الباحث المفضال قد فقدوا   تعلل القلب بالذكرى بواكينا
قد كان يكره خضراء الدنى قلبه   فاليوم ينشق في الروض والرياحينا

طول الحياة نديم العلم والعلماء   كما يشاء بأخيهم يأخينا
سوال كل محبيه من الرب   جازاه في ا لعقبى خيرا مجازينا
عين السماء وأنجمها محيرة   لما رأين مشابهها يناجينا
غارت عليه فأخذت نفسه منا   تركت مجالسنا تبكي تجارينا
فقيدنا رحمه الله عليه كما   أجرى مدامعنا أبكى ملائينا
الهند والنهد والعربي والعجم   شركاء إخواننا كل يساوينا
العالم العبقري الحاذق الفطن   مضى مشجعنا ذاك محامينا
نوابغ الدهر ترثيه وتند به   تعد أعماله حقا براهينا
يسقي مسامعنا سكر الكلام فيه   يحوي النطاق بلاغته أفانينا
الذاكر البار المرحوم ذو المجد   معنون ذاته يبقى العناوينا
تثني عليه أعاظمنا وتمدحه   خطا به الفاضل يزري الدواوينا
لقد تباعدنا جسمه لكن   هواه طول ا لليالى قد تناجينا
النطق واللطف والأخلاق والصدق   دنا محسانه منا كما بينا
كما يداوم في نصح التلاميذ   يرضى سخاوته أبدا مساكينا
كنا نوصل نزداد غدا سلما   فإذا دنا نا غد زادت دواهينا
افلاذ أكبادنا مرضوضة وكذا   دق قلوب الجميع الناس ناعينا

خيـر مطـاوعـه حسن متـابعـه　　يـدعوا إلى هدى الأسلاف داعينا

مـا دام حيـا بـأقـوال وأعـمـال　　يرضى الاله ولا يرضى السلاطين

مـضى الـكـريـم وذاكـراه تأرقني　　طـورا نبـاسـطـه طـورا ينا غينا

يـعـطيـه مـغـفـرة واسـعة ربـه　　بـفـضـل إحسـان الـكـامل تامينا

يـولـي مـواليه الصبر الجميل كذا　　تـمـام أسـرتـه يـا رب آميـنـا

تـمـم رثـاء ك يـا سـاحر ذا حزن　　قـصيـد حـزنك قـد أبكى بساتينا

كلمة شكر وتبجيل

للأضياف الكرام والعلماء البارزين القادمين من جامعات شتى

بمناسبة

حضورهم في المهرجان الذي عقدته المدرسة الدينية بغازيفور

أهــلا وسهــلا أيهــا الـقـواد　　أهــلا وسهــلا أيهــا الأجـواد

شـرفتـمـوا مـا حـول غـازيفورنا　　فـاهتـزت الأرواح والأجسـاد

شـمـنـا بـروق وجـوهكم فتلالات　　سـود الـليـالـي فـالبلاد بلاد

أقـدامـكـم قـد صيـرت أبـصـارنـا　　مسرورـة فـالـحـزن عنهـا بعـاد

قـد أمـطـرت ليـلا سـماء سماحكم　　فـاخـضـرت الأغـوار والأنجـاد

نـار الـفـراق تبـردت فـي لـمحة　　نـور الـوصـال دنـت بـه الأبعـاد

روض الـوراد تـفـتـحـت وتبسمت　　مـن كـل قـلـب فـرت الاحـقـاد

شـمـس الهـدى قد أشرقت آفاتنا　　فـالـلـيل صبـح والصبـاح رشـاد

إن الــذيـن اتبـعـوا آثـاركـم　　نـالـوا مـدى غـايـاتهم وأجـادو

جـئتـم فـجـئـنــا طــائفين إليكم … فــزمــا مــنــا ببـنـانـكـم يـقـتـاد
جـدتـم عـلـيـنــا بــابتســام قـالع … ظـلـمــات حــزنـي فـليعده جواد
صلة الـمودة قـربـت اشبــاحـنــا … فـحـضـوركـم بيـن الـقلوب يـراد
كـاس الـتـدانـى قـد ادارت عينكم … بيــن الـجـفـون فسكـرت اسهـاد
كـلـمـات فيـكم اقلعت شجر الخنا … مـن كـل بـلـد فــانـمحـى الالحـاد
فـالـنـاس حيـن استمعوا أقوالكم … استــوثـقـوا فــاليـوم هـم زهــاد
كــنــا وكـنتـم دائـمـا فـي حـاجة … فــانـجــاب بـعـد وادنـى الميعاد
وأتـــاح فـي ذا الـمهــرجـان الْهنـا … لـقيــا الـقـلـوب فـعـادت الأعيـاد
فــزتــم كــمــا فـزنـا بـحـظ وافـر … صـدتـم وصـدنــا فــالمـريد مواد
نـلتـم كـمــا نـلـنــا مـنــا نــا كلها … فــالشكـر لـلــرحمٰن وهو عـتـاد

لا يـفـلـح الســاحــرّ قــال ربنــا
فــادعـوا لــه يــا أيهــاد العبـاد

كلمة ترحيب

بحضرة القاضي أطهر المباركفوري البحاثة الكبير

بمناسبة

حضوره في حفلة استقبالية عقدها أعضاء دبستان أدب مباركفور أعظم گڈھ

جـاء الحبيب إلى النادي بلا وعد … فـطـاف قبـل عيوني حوله كبدى
سبـقـت إليـه قـلـوب الناس كلهم … دومـا هـويـت لوأني زرته وحدى
لـون الـخـدود مغطى حمرة وسنا … طـلـى الـحيـاء دم الـحـناء بالورد
روح الـصبـابة فـي روضـاتـنا هبت … شـوق اللقاء سرى في أضلع البلد
مــن الـســرور مبــاركـفـور تهـتـز … كـاهتـزاد صـغـارالـقوم في العيد
ذهبـت حيـاة لنا تسري إلى الأفق … إلـى الـحـجاز وغانا مصر والنجد
إلى الكويب وأرض الشام ذات تقى … كــراتشي قـلبهـا لاهـور ذات يـد
قـربـت كـما بعدت بالفرح والخير … مـحـوطة بـالبهـا مـحـمودة العود
خـضـعت رقاب جبال العالمين له … اهـدت إليــه قـلـوب القوم بـالود
أحــاطـه الــنــاس لـمـا جاء مبتسما … يــلــقــونــه بهتـاف حـار سـعـد
طــاف البـلا د فـعـظـمــه كـرامهم … نشـر الـعـلـوم فـجـاء وه من البعد
تــرى بـمــاء كثيـر عين معـرفتـه … مـحــاطة ولســان الســالكين صد

معارف القوم الماضين في صدره | إلى مراجع كتب قلمه يهدى
معارك الجرح والتعديل مبحثه | لدى أصابعه خبر الصناديد
تراجم السلف الماضي مقاصده | فصبت عرفته استولى على الجدد
فأطهر صاحبي بحاثة لسن | أدامه ربنا الله إلى الأبد
هذا دعاء جميع الحاضرين له | إلى المليك القدير الواحد الصمد
سراج تاليفه الغالي أضاء لنا | مسجلات رجال السند والهند
كتابه القيم العقد الثمين آتى | بين النجوم كبدر حامل المجد
نما تصانيفه السامية الحسنى | إلى حدود ذرى العشرين بالحمد
الكاتب الجيد قد انتهى كتبه | إلى المغارب من بلد إلى بلد
رجال دولة أوربا ذود خبر | يطالعون ببذل الجد والجهد
على المنابر لما قام مختطبا | مالت إليه مسامعهم مع الجيد

مرحبا بك جاء الساحرّ الخجل
يهدي إليك بساتين الأناشيد

كلمة شكر وتبجيل

بحضرة الشيخ وحيد الزمان الأستاذ بدارالعلوم ديوبند

بمناسبة

قدومه للزيارة بالجامعة بجونفور

أخلائي طوبى لكم قد أتاني | فخار المعاني وحيد الزمان
جمال الكلام دواء الكلوم | طبيب المراض جميل البيان
علا صيته اليوم شرقا وغربا | فليس له حاجة الترجمان
سماء جونفور برقت سرورا | تنفس حولي صباح التدانى
سحاب الهموم الكثيف تولى | تباعد عني مساء الهوان
تخرق ثوب الصدود القديم | رداء الوداد جديدا كساني
تطور حالاته مثل حالي | تلطف طورا وطورا جفاني
لقد جاز قلبي وعينى وهواه | أراه قريبا نأى أو يدانى
تنأى قليلا تدلى كثيرا | تراه بعيدا أراه يراني
ترای فطارت طيور العقول | فعيني شكت حين سكتت لساني
تفضل تقدم لقد جاء قلبي | لديك صديقي بروض التهاني
دناني فاحى القلوب كلامه | وطورا سقانى حميا التفاني

فلا بد لى أن أطيع هواه   دعانى خليلي حبي دعانى

أتى ساحر فاقبلوا مقتدانا

بنظم بديع كعقد الجماني

كلمة شكر

بحضرة الشيخ عبد الخالق الأستاذ بدارالعلوم بديوبند

بمناسبة

قدومه للزيارة بالجامعة جونفور

أتيتم إلينا بفضل كبير   ووجه وميض بسيم منير

سرورنا بلقياكم وابتهجنا   أقيموا لدينا أديموا سروري

أميطوا همومى أبيدوا غمومي   أديروا كؤس الشراب الطهور

ملأتم مجالسنا الخاليات   بعلم غزير وخير كثير

أبحتم لنا فرصة الاقتباس   فيجزيكم الله يوم النشور

أضافوا ودارى اضائوا مرادى   أنختم على باب قوم بعيري

أزالت ظلامي بدور الجباه   أنار النوادي بروق الثغور

دعاني إلى حب دنيا أناس   هديتم إلى دين رب قدير

أمامك طرق الهدى والغواية   فيا نفس خير الطريقين خيري

دعى حسن أكل وشرب لغيرى   أنا طالب العلم حسبي حصيري

فحياكم الله يا مقتدانا   لنشر العلوم بخلق جدير

سقاكم صباحا مساء ا دواما   مليك السماوات صافى الخمور

فـأهـلا وسهـلا حـمـلـة المثـاني نبـلـة الـمـعـالـى هـداة الضمير
كـرام الأنـــام عــظـام الـمـقـام أطبـــاء أدواء نـــا بـــالـــصـدود
شـفيتـم ببلسم نـفثـات فيـكـم جـراحــات أكبـادنــا والـنحور
جـعـلتـم مـزارع فهـم لـنـا ذا ريــاض الـورود جـنـان الـزهـود
رأيـنـا بـلـطف الـلـقـاء الـعـمـيـم صبـاحـا قـريـرا بديل الهجير
لـقـد جـاء كـم سـاحـرٌ مستعينـا
فـكـونـوا مـعـيـنـا لـه بـاليسيـر

كلمة ترحيب

بحضرة الشيخ عبد القادر الماليكانوي عضو مجلس الشورى

بدار العلوم بديوبند

بمناسبة

عوده من زيارة الحرمين الشريفين

الـحــاج عبـد الـقــادر ذو الـفـضـل والـمـفـاخـر
قـد فـاق فـي الـمعـاشـر فـي الـخـلـق والـمـآثـر
الشيـخ اليــاس الـولـي الـلـه عـنـه قـد رضـى
قـد جـاء بـالـوجـه البهي وبـقـرة الـنـواظـر
لبـى بـدعـوة ربـه فـأجـاب داعـي حبـه
ليـزورقبة حبـه ذات الـجـمـال البـاهـر
عـايـن مـكة شـانهـا والـكـعبة جـدرانهـا
قـد صـور جيـرانهـا فـي الـقـلـب والـنـواظـر
قبـل الإلـه حـجـه لـطـفـا أراه فـجـه
وفـى جـنـابـه زجـه وفـق لـلـشـعـائـر

زار الحطيم العاليا   فيضانه المنوالنا
رحموته المتحاليا   في الليل والهواجر
زرت البقاع الناضرة   مع لثمك المتواتر
قد شمت في غار حرا   بركات محبوب الورى
قد شم نورا في الذرا   للوارد والصادر
باب براهيم راى   صلى بقربه ودعا
قد مر من باب الصفا   ودعا لقلب الساحر

كلمة ترحيب

بحضرة الشيخ عبد الحميد النعماني رئيس معهد ملت ماليگاؤن

بمناسبة عوده من زيارة الحرمين الشريفين

أستاذنا النعماني   من أخلص الخلان
فاق على الأقران   بالبر والإحسان
الماجد المجازى   ليس له الموازي
عاد من الحجازي   باللطف والتهاني
مس ا لحريم الأفخم   بنيانه المكرم
روى العروق بزمزم   فضلا من الرحمن
زار المقام العالي   ذا الفضل والنوالي
في دجية الليالي   بالعين والجنان
دخل المطاف الأمجد   استلم الحجر الأسود
أروى الشفاه وبرر   فالشكر للمنان
عاين دار احمد   لاذبها ذو السرور
قد ضاء منه فرقد
وباب أمهاني